ISSN:2518-9794
جنوری 2016ء
جلد:۱،شمارہ:۱

# العرفان

## ششماہی علمی وتحقیقی مجلّہ

فیکلٹی آف اسلامک سٹڈیز اینڈ شریعہ
منہاج یونیورسٹی، لاہور

# العرفان

(ششماہی علمی وتحقیقی مجلّہ)

جلد:۱،شمارہ:۱ جنوری۔جون ۲۰۱۶ء

سرپرست اعلیٰ: ڈاکٹر حسن محی الدین قادری

سرپرست: پروفیسر ڈاکٹر محمد اسلم غوری

مدیر اعلیٰ: پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم رانا

مدیر منتظم: ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری

فیکلٹی آف اسلامک سٹڈیز اینڈ شریعہ

منہاج یونیورسٹی، لاہور

رابطہ نمبر: 042-35177398

☆ علمی و تحقیقی نگارشات کی ترسیل/ ادارتی خط و کتابت درج ذیل عنوان پر کی جائے:

مدیر اعلیٰ 'العرفان'

فیکلٹی آف اسلامک سٹڈیز اینڈ شریعہ

منہاج یونیورسٹی، M–356 ماڈل ٹاؤن، لاہور

☆ ای میل ایڈریس:

dean@cosis.edu.pk

makramrana.minhaj@gmail.com

☆ فون نمبرز برائے رابطہ:

042-35177398, 0300-4860699, 0300-6344656

☆ قیمت پاکستان میں: 250 روپے فی شمارہ/ 400 روپے سالانہ

☆ قیمت بیرون ملک: 30 ڈالر فی شمارہ/ 50 ڈالر سالانہ

نوٹ: اِدارہ مقالہ نگار کے پیش کیے ہوئے حقائق کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

# مجلسِ ادارت


| | |
|---|---|
| سر پرست اعلی: | ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، چیئرمین سپریم کونسل، منہاج القرآن انٹرنیشنل، لاہور |
| سر پرست | پروفیسر ڈاکٹر محمد اسلم غوری، وائس چانسلر، منہاج یونیورسٹی، لاہور |
| مدیر اعلیٰ | پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم رانا، ڈین فیکلٹی آف اسلامک سٹڈیز اینڈ شریعہ، منہاج یونیورسٹی، لاہور |
| نائب مدیر (اول) | پروفیسر ڈاکٹر ثمر فاطمہ، پرنسپل منہاج کالج فارویمن، منہاج یونیورسٹی، لاہور |
| نائب مدیر (دوم) | ڈاکٹر محمد ممتاز الحسن، وائس پرنسپل کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز |
| مدیر منتظم | ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی، الازھری (چیئرمین شعبہ عربی) منہاج یونیورسٹی، لاہور |
| معاون مدیر (اسلامیات) | ڈاکٹر شبیر احمد جامی (چیئرمین شعبۂ علوم اسلامیہ) منہاج یونیورسٹی، لاہور |
| | غلام احمد خان، منہاج کالج فارویمن، منہاج یونیورسٹی، لاہور |
| | حمیرا ناز، منہاج کالج فارویمن، منہاج یونیورسٹی، لاہور |
| معاون مدیر (عربی) | ڈاکٹر شفاقت علی الازہری، اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ عربی، منہاج یونیورسٹی، لاہور |
| | ڈاکٹر مسعود احمد مجاہد، اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ عربی، منہاج یونیورسٹی، لاہور |
| | ڈاکٹر فیض اللہ بغدادی، اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ عربی، منہاج یونیورسٹی، لاہور |

## مجلسِ مشاورت (بین الاقوامی)

1۔الأستاذ الدكتور محمد عبد الرحيم البيومى،عميد كلية أصول الدين، جامعة الأزهر، زقازيق، مصر

2۔الأستاذ الدكتور محمد عبد الستار الجبالى عمران، رئيس قسم الفقه،كلية الشريعة و القانون، جامعة الأزهر، قاهره،مصر

3۔ الدكتور بان حميد الراوى، رئيس قسم علوم القرآن، كلية التربية للبنات ،جامعة بغداد، عراق

4۔الدكتور غلام محمد قمرا لازهر ى،قسم الدراسات الإسلامية،كلية اللغات و الترجمه،جامعة الازهر،قاهره ،مصر

5۔ پروفیسر ڈاکٹر شاہ کوثر مصطفیٰ ابوالعلائی، ڈیپارٹمنٹ آف فلاسفی اینڈ اسلامک سٹڈیز، یونیورسٹی آف ڈھاکہ، بنگلہ دیش

6۔ پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد سلیم، ڈائریکٹر صفہ انسٹی ٹیوٹ آف ہائر سٹڈیز، میڈن ھیڈ برکس، انگلینڈ

7۔ڈاکٹر محمد رفیق حبیب، ڈائریکٹر منہاج القرآن اسلامک سینٹر، گلاسگو، برطانیہ

8۔ڈاکٹر ارشد منیر، سینئر لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ عربیہ، سکوٹو سٹیٹ یونیورسٹی، سکوٹو، نائجیریا

## مجلس مشاورت (قومی)

1۔ پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، چیئرمین ہجویری چیئر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

2۔ پروفیسر ڈاکٹر ضیاء الحق، ڈائریکٹر جنرل ادارہ تحقیقات اسلامی، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

3۔ پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز، ڈائریکٹر، شیخ زید اسلامک سنٹر، کراچی یونیورسٹی، کراچی

4۔ پروفیسر ڈاکٹر ہمایوں عباس، ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

5۔ پروفیسر ڈاکٹر خالق داد ملک، چیئرمین شعبہ عربی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

6۔ پروفیسر ڈاکٹر سلطان شاہ، چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، لاہور

7۔ڈاکٹر محمد عبداللہ، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

8۔ڈاکٹر حافظ محمد سجاد، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

9۔ڈاکٹر شمس الرحمٰن ، ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

10۔ ڈاکٹر محمد خان ملک، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور

11۔ ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، ڈائریکٹر اقبال اکادمی، ایوان اقبال، لاہور

# فہرست موضوعات



| نمبر شمار | موضوعات | مقالہ نگار | صفحہ نمبر |
|---|---|---|---|
| 1 | اداریہ | مدیر اعلیٰ | 1 |
| | سابقہ شرائع اور اسلام میں حدود، قصاص اور تعزیرات کا علمی جائزہ | 1-ڈاکٹر جمیل احمد شہزاد<br>و<br>2-عابدہ حسن | 3 |
| 2 | کتاب وسنت میں تصوف کی بنیادیں | 1-ڈاکٹر محمود سلطان کھوکھر<br>و<br>2-ڈاکٹر ارشد منیر لغاری | 23 |
| 3 | کاروکاری ایک رسم اور شریعت اسلامیہ | 1- پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم رانا<br>و<br>2- شازیہ ناصر | 41 |
| 4 | أثر الخوف فی أحکام الاجارة | الدکتور غلام محمد قمر | 63 |
| 5 | دور الحکومة الإنجلیزیة فی نشر اللغة العربیة فی الهند المحتلة | الدکتور ممتاز احمد سدیدی الازهری | 84 |

# ہدایات برائے مقالہ نگاران

1۔ علمی مقالہ پہلے کسی مجلّے میں شائع نہ ہوا ہو اور نہ ہی اشاعت کیلئے کہیں اور جمع کرایا ہو۔

2۔ تحقیقی مقالہ مآخذ ومصادر سمیت 5000 سے 6000 الفاظ پر ہو جبکہ فاؤنٹ سائز 14 ہو۔

3۔ مقالے کے آغاز میں انگریزی میں Abstract لازماً لکھا جائے جو 150 الفاظ سے زیادہ نہ ہو۔

4۔ عنوان 25 فاؤنٹ اور ذیلی عنوان 18 فاؤنٹ میں ہو۔

5۔ حوالہ جات میں APA 6th Edition Format کو مدنظر رکھا جائے. حوالہ جات اور مآخذ ومصادر مقالے کے آخر میں فراہم کئے جائیں۔

6۔ مقالہ نگار زبان کی صحت اور اسلوب نگارش کے حسن کو پیش نظر رکھے۔

7۔ مقالہ e-mail یا CD اور Hard کاپی میں بھیجا جائے۔

8۔ مقالے کا عنوان جدید نوعیت کا ہو جس کے نتائج سے معاشرہ مستفید ہو سکے۔

9۔ مقالہ ریسرچ کے تمام اہداف کو پورا کرتا ہوا نظر آئے۔

10۔ دوسری زبانوں (عربی اور انگلش) کی غیر مروجہ اصطلاحات بریکٹ کی صورت میں دی جائیں۔

11۔ صفحہ کا مارجن دائیں "2.5 بائیں "1.0 اُوپر "1.0 نیچے "2.0 ہو۔

12۔ ادارہ ہر مقالہ نگار کو شائع شدہ مجلّہ کی ایک کاپی فراہم کرے گا۔

13۔ العرفان میں کسی مقالہ کی اشاعت کے لئے ادارہ کی طرف سے نامزد کردہ ماہرین کی تائید ضروری ہے۔ کسی مقالے میں ماہرین کی آراء کی روشنی میں اگر کسی اصلاح کی ضرورت ہوگی تو مقالہ نگار سے مقالے میں تبدیلی کے لئے گزارش کی جائے گی۔

# اِداریہ

قرآن کریم نے اپنے پیروکاروں کو پہلی وحی کے نزول سے آخری وحی کے اُترنے تک اللہ کے نام سے پڑھنے، حقائق کی جستجو اور تحقیق کا حکم دیا ہے، آفاق وانفس میں غور وفکر کی دعوت دی ہے، کیونکہ روئے زمین پر پھیلی وسیع وعریض کائنات اور انسانی جان میں غور وفکر کرنے سے انسان بہت سے حقائق تک پہنچتا ہے، یہی نہیں بلکہ اسے حقیقت اولی یعنی اللہ تعالی کی پہچان بھی حاصل ہو جاتی ہے، کائنات میں بکھرے ہوئے حقائق کو جاننے اور پہچاننے میں عصر حاضر کے سائنسی علوم ممد ومعاون ثابت ہو رہے ہیں، مگر شرط صرف اتنی ہے کہ حقائق کا متلاشی واقعی ذوق جستجو اور درست زاویہ نگاہ رکھتا ہو۔

پاکستانی اور دنیا بھر کے اعلی تعلیمی ادارے علم کے فروغ میں مصروفِ عمل ہیں، شعور وآگہی کا سفر جاری ہے علوم وفنون کے چراغ جل رہے ہیں، منہاج یونیورسٹی لاہور کے مختلف شعبہ جات میں بھی یہ سلسلہ جاری ہے، اس یونیورسٹی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کی تعلیمی، فکری اور نظریاتی بنیادیں دنیا بھر کے علمی اور فکری حلقوں میں جانی پہچانی شخصیت، شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے رکھی ہیں۔ فیکلٹی آف اسلامک سٹڈیز اینڈ شریعہ نے دیگر یونیورسٹیز کی طرح ''العرفان'' کے نام سے ششماہی تحقیقی مجلّے کا آغاز کیا ہے جو امید ہے کہ مستقبل میں معیاری تحقیقی مجلّات میں جگہ بنائے گا۔

پیش نظر مجلّے میں مقالہ نگار حضرات نے اپنی قابل قدر نگارشات اور تحقیقات پیش کی ہیں۔ ''سابقہ شرائع اور اسلام میں حدود، قصاص اور تعزیرات کے مسائل کا ایک علمی جائزہ'' کے عنوان سے پہلے ریسرچ آرٹیکل میں یہ واضح کیا ہے کہ تمام سابقہ شرائع میں حدود، قصاص اور تعزیرات کے سخت ترین احکامات موجود تھے البتہ معاشرتی اختلافات اور مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ اُن احکامات میں ترمیمات اور اِضافے ہوتے رہے ہیں، جبکہ اسلامی حدود عہد نبوی سے اب تک متعین ہیں، اسلام نے حدود اور تعزیرات میں اعتدال کی راہ دکھائی ہے نیز قصاص میں معافی اور دیت کی راہ نکالی ہے جو کہ سابقہ شرائع میں موجود نہیں تھی، اس سے اسلامی تعلیمات کی جامعیت، وسعت نظری، اعتدال پسندی اور ہمہ گیریت واضح ہوتی ہے۔

دوسرے مقالے میں ''کتاب وسنت میں تصوف کی بنیادیں'' کے عنوان کے تحت نہایت اختصار سے تصوف کا مفہوم، اس کی اہمیت اور کتاب وسنت کے ساتھ اس کا تعلق بیان کیا گیا ہے، علاوہ ازیں کتاب وسنت میں موجود تصوف کی بنیادوں کو تحقیقی انداز میں اجاگر کیا ہے۔ نیز واضح کیا گیا کہ تصوف محبت، امن اور رواداری سکھاتا ہے۔ خود احتسابی، خدمتِ خلق، فضائلِ اخلاق سے آراستہ ہونے اور رذائلِ اخلاق سے بچنے کا درس دیتا ہے۔

تیسرے تحقیقی مقالے میں ''کاروکاری ایک رسم اور شریعت اسلامیہ'' کے عنوان سے پاکستان کے بعض علاقوں میں رائج ایک افسوسناک رسم ''کاروکاری'' کا اسلامی شریعت کی روشنی میں تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔

چوتھے مقالے میں ''أثر الخوف فی أحكام الإجارة'' کے تحت عام حالات میں اجارہ (اجرت پر لینے) کے احکام بیان کئے گئے، جبکہ خوف کی صورت میں اجارہ کا معاہدہ منسوخ کرنے کے احکام بیان کئے گئے، خاص طور گھروں میں غیر مسلم ملازمین کی

خدمات مستعار لینے کے اخلاقی اور اعتقادی نقصانات پر تنبیہ کی گئی۔

''دور الحكومة الإنجليزية فى نشر اللغة العربية في شبه القارة الهندية المحتلة'' کے عنوان سے لکھے گئے آرٹیکل میں مقالہ نگار نے یہ واضح کیا کہ برصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کی صدیوں پر محیط حکمرانی کے بعد جب اسلامی حکومت زوال پذیر ہوئی اور برصغیر میں انگریزوں کی حکومت قائم ہوئی تو انگریزوں نے عربی زبان کو ختم کرنے کی کوشش کی مگر قدرت کی مشیئت تھی کہ انہی انگریزوں نے اپنے مفادات کے تحت عربی زبان وادب کے احیاء کے لئے بھی کوششیں کیں، اس مقصد کے لئے کئی کالجز قائم کئے اور اس طرح برصغیر میں عربی زبان وادب کو ایک نئی زندگی ملی۔

آخری آرٹیکل درج ذیل عنوان سے ہے:

The interpretation of the Islamic concept of jihad drawn from the Fatwa on Terroism by Shaikh ul Islam and the delegitimization of tarrorist groups.

جس میں بیان کیا گیا ہے کہ مغربی اور اسلامی دنیا میں بعض لوگوں نے غلط فہمی کے باعث قرآن کریم کی دو آیات 4:89 اور 9:73 کی غلط تعبیر وتشریح کرتے ہوئے جہاد کو قتال کے معنی میں سمجھ لیا، اس مقالہ میں جہاد وقتال کا صحیح تصور پیش کرتے ہوئے مقالہ نگار نے جہاد کی شرائط کا بھی تحقیقی جائزہ لیا ہے مقالہ نگار نے دہشت گردی کے متعلق شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے فتوی، لیکچرز اور ان کی دیگر کتب سے استفادہ کرتے ہوئے اس بات کا بھی جائزہ لیا ہے کہ جہاد وقتال کی اجازت فقط اسلامی ریاست دے سکتی ہے معاشرے کے افراد یا گروہ بذات خود جہاد نہیں کر سکتے۔

ہم اپنے ذی علم احباب سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ ہمارے ششماہی علمی وتحقیقی مجلّہ ''العرفان'' کے علمی وتحقیقی معیار کو مزید بلند کرنے کے لئے ہمیں اپنے قیمتی مشوروں اور اپنے ریسرچ آرٹیکلز سے نوازیں گے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم رانا
مدیر اعلیٰ شش ماہی العرفان
ڈین فیکلٹی آف اسلامک سٹڈیز اینڈ شریعہ

# سابقہ شرائع اور اسلام میں حدود، قصاص اور تعزیرات کا ایک علمی جائزہ

☆ڈاکٹر جمیل احمد شہزاد

☆☆عابدہ حسن

## Abstract

The present article offers the results of a comparative study of Islamic criminal laws with reference to other Semitic religions. Effort has been made to explain the Islamic criminal laws, their classifications and penalties with reference to the Holy Qur'an and Sunnah as well as the Scriptures of Judaism and Christianity. The reader will be familiarized with the facts that the Islamic penal system represents all the modern concepts of punishment theories, deterrent, retributive, reformative and compensatory aspects. It shows that the Sharia law is a practical and effective system of punishment for all times to come. This study underlines the point that, like other beliefs and contemporary social systems, the Muslim religion has also established a justice system in order to keep a check on criminality in human societies.

**Keywords:** hadd, tazir, qisas, diyat.

سابقہ آسمانی مذاہب کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ حدود، قصاص اور تعزیرات کے مسائل واحکام موجود رہے ہیں، اس آرٹیکل میں اِن مسائل کا علمی جائزہ لیا جاتا ہے۔حدود، تعزیرات کا علمی جائزہ لینے سے قبل ان کی تعریفات اور دائرۂ کار کا تعین کرنا ضروری امر معلوم ہوتا ہے۔

## حد کی لغوی تعریف:

۱. "الحد: الفصل بين الشيئين."(۱)

دو چیزوں کے درمیان رکاوٹ کو حد کہتے ہیں۔

۲. "فصل مابين كل شيئين حدّ بينهُما."(۲)

ہر دو چیزوں کے درمیان فاصلہ اِن دونوں کی حد ہوتی ہے۔

۳. "الحاجز بين الشيئين."(۳)

---

☆ سول جج، راجن پور

☆☆ پی ایچ ڈی سکالر، ساؤتھ ایشیاء یونیورسٹی، لاہور

دو چیزوں کے درمیان رکاوٹ کرنے والی چیز (کوحد کہتے ہیں)

۴. حد کی جمع حدود اُس آڑ اور روک کو کہتے ہیں جو دو چیزوں کو آپس میں ملنے سے روکے۔(۴)

۵. ''الحدُّ منتهى الشيء.''(۵)

کسی چیز کی انتہا کوحد کہتے ہیں۔

امام کاسانی، بدائع الصنائع میں لکھتے ہیں:

۶. ''الحد فی اللغة عبارةعن المنع، و منه سمی البواب حدادا لمنعه الناس من الدخول.''(۶)

حد کا لغوی مفہوم روکنا ہے اور اسی لئے بواب (چوکیدار) کو بھی حداد کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی لوگوں کو داخل ہونے سے روکتا ہے۔

## حد کا شرعی مفہوم

''وفی الشريعة هو العقوبة المقدرة حقا للّٰه تعالی.'' (۷)

حد شریعت میں اُس سزا کو کہتے ہیں جو حقوق اللہ میں تجاوز کرنے کی وجہ سے (اللہ یا اُس کے رسول ﷺ کی طرف سے متعین ہے۔(یعنی) حد میں سزا مقرر شدہ ہے (قاضی یا حاکم کو ترمیم واضافہ کا اختیار نہیں ہے)۔

الغرض حدود سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر شدہ (جرائم کی) سزائیں ہیں۔جن میں کسی جج یا حاکمِ وقت کو تبدیلی کی اجازت نہیں ہے اور نہ ہی ان میں مُدعی رعایت، معافی یا صلح کا اختیار رکھتا ہے۔

مشہور فقیہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

''الحد فی الشريعة عبارة عن عقوبة مقدرة واجبة حقاً للّٰه تعالیٰ عز شأنه،بخلاف التعزير فانه ليس بمقدر قد يكون بالضرب وقد يكون بالحبس وقد يكون بغيرهما بخلاف القصاص، فانه وان كان عقوبةً مقدرة لكنه يجب حقاً للعبد حتیٰ يجری فيه العفو و الصلح سمی هذا النوع حدّا.''(۸)

شریعت میں حد اس مقرر شدہ سزا کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کے حقِ واجبہ کی وجہ سے ضروری ہے جبکہ تعزیر اس سزا کو کہا جاتا ہے جو مقرر نہیں ہے کبھی مارنے، کبھی قید کردینے اور بعض دفعہ ان دونوں صورتوں کے علاوہ بھی دی جاسکتی ہے، تاہم قصاص کا معاملہ مختلف ہے اگرچہ قصاص کی سزا بھی مقرر شدہ ہے لیکن یہ بندہ کا حق کے طور پر واجب بھی ہے، اس میں صلح اور معافی بھی ہوسکتی ہے، قصاص کو بھی اس وجہ سے حدود میں شامل کرتے ہیں (کہ اس کی سزا بھی مقرر شدہ ہے)۔

## حدود کا دائرہ/اقسام:

''الحدود خمسة، حدالزنا وحد الشرب وحد القذف وحدالسرقه وحد قطع الطريق.''(۹)

حد کی پانچ قسمیں ہیں: زنا کی حد، شراب نوشی کی حد، تہمت زنا لگانے کی حد، چوری کی حد اور رہزنی (ڈکیتی) کی حد۔ان کے

علاوہ ارتداد (مرتد ہوجانا) اور بغاوت بھی حدود میں شامل ہے۔

آئندہ صفحات میں مذکورہ حدود کو سابقہ شرائع (یہودیت، عیسائیت) اور اسلام کے احکامات کی روشنی میں زیر بحث لیا جائے گا کہ ہر مذہب آسمانی میں ان جرائم کی سزائیں کیا مقرر تھیں اور اسلام کی طرف سے مقررہ شدہ سزاؤں کا ذکر کرکے تقابلی جائزہ پیش کیا جائے گا، جس سے اسلام کی عالمگیریت، جامعیت کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ اس عمومی پروپیگنڈہ کی بھی دلائل کی روشنی میں نفی کی جائے گی کہ اسلام نے حدود کے معاملات میں سخت سزائیں مقرر کی ہیں، حقیقتاً ایسے جرائم کو سابقہ شرائع میں بھی قابل مواخذہ قرار دیا گیا ہے، ان کی سزائیں بھی مقرر تھیں۔

# سابقہ شرائع میں حدود کے متعلق مسائل

## تعریفات

### زنا کا مفہوم

"الزنا وطیء مکلف ناطق فی قبل مشتهاة خال عن ملک و شبهته فی دارالاسلام تمکنه من ذلک أو یمکنه."(۱۰)

زنا یہ ہے کہ ایک عاقل بالغ جو گونگا اور مجنون نہ ہو، اسلامی سلطنت میں ایک عورت کی شرمگاہ میں وطی کرے، جو صاحبِ شہوت ہو (یعنی نابالغ یا مردہ نہ ہو)، ملک وشبہ ملک سے خالی ہو، خواہ مرد عورت کو اپنے اوپر قادر کرے یا عورت مرد کو اپنے اوپر قادر کرے۔

سابقہ شرائع کے مطالعہ سے یہ امر عیاں ہوتا ہے کہ زنا ایسا گھناؤنا جرم ہے جس کی ممانعت اور سزا ہر مذہب میں موجود ہے۔

### حرمتِ زنا

(الف) تورات میں ہے:

"تو زنا نہ کر۔"(۱۱)

(ب) انجیل میں ہے:

"تم سن چکے ہو کہا گیا تھا کہ زنا نہ کرو۔"(۱۲)

(ج) قرآن مجید میں ہے:

"وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰىٓ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا."(۱۳)

اور زنا کے قریب نہ جاؤ کہ وہ بے حیائی اور بُری راہ ہے۔

تورات وانجیل کے مذکورہ اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ زنا کے ارتکاب سے منع کیا گیا ہے۔ جبکہ قرآنِ مجید نے زیادہ تاکید کی ہے کہ زنا کے قریب تک نہ جاؤ، یعنی ایسے افعال واعمال اور ذرائع سے بھی گریز کرنے کا حکم ہے جو اس فعل کے ارتکاب کا ذریعہ بنتے

ہیں یا بن سکتے ہیں۔اس بناء پر نگاہوں کی حفاظت کا حکم بھی دیا گیا ہے۔

''قُلُ لِّلۡمُوۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِھِمۡ.''(۱۴)

مومنین سے کہو کہ وہ اپنی نگاہیں پست رکھیں۔

## سزا کا تعین

زنا کا ارتکاب کرنے والے مرد وعورت کے بارے میں سابقہ شرائع میں درج ذیل سزاؤں کا ذکر ملتا ہے:

تورات میں ہے:

اگر کوئی آدمی کسی کنواری کی، جس کی نسبت اور منگنی نہ ہوئی ہو، پھسلا کر اس سے مباشرت کرے، تو ضروری ہے کہ اسے مہر دے کر اس سے بیاہ کرے، لیکن اگر اُس کا باپ ہرگز راضی نہ ہو کہ لڑکی اسے دے، تو کنواریوں کے مہر کے موافق اسے نقدی دے۔(۱۵)

انجیل میں ہے:

جس کسی نے بُری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی، وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کر چکا۔پس اگر تیری داہنی آنکھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اسے نکال کر اپنے پاس سے پھینک دے، کیونکہ تیرے لئے یہی بہتر ہے، تیرے اعضاء میں سے ایک جاتا رہے اور تیرا سارا بدن جہنم میں نہ ڈالا جائے۔(۱٦)

## اسلام میں زنا کی سزا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیۡ فَاجۡلِدُوۡا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنۡھُمَا مِائَةَ جَلۡدَةٍ وَّلَا تَاۡخُذۡکُمۡ بِھِمَا رَاۡفَةٌ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰهِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَلۡیَشۡھَدۡ عَذَابَھُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ.''(۱۷)

بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والا مرد (جب اِن کی بدکاری ثابت ہوجائے) دونوں میں سے ہر ایک کو سو (۱۰۰) کوڑے مارو۔اور اگر تم خدا پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو شرع (خدا کے حکم) میں ان پر ترس نہ کھاؤ اور چاہئیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمان کی ایک جماعت موجود ہو۔

حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارک میں ہے:

''خذُ واعنی قد جعل اللّٰه لهن سبیلا، البکر بالبکر جلد مائة و تغریب عام.''(۱۸)

''مجھ سے (یہ فیصلہ) لے لو اللہ تعالیٰ نے خواتین کے (زنا کے جرائم کے) معاملہ میں راہ نکالی ہے (اور وہ) یہ کہ جب غیر شادی شدہ غیر شادی شدہ سے ارتکاب زنا کرے، تو سو کوڑوں اور ایک سال کی شہر بدری کی سزا ہے۔''

اس سے واضح ہوا کہ یہودیت، عیسائیت اور اسلام میں اس قبیح جرم کے بارے سزائیں موجود ہیں، یہودیت میں سنگساری کا حکم

ہے،اس میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کی تفریق نہیں کی گئی نہ سزا میں فرق ہے بلکہ دونوں کے لئے ایک ہی سزا کا ذکر ہے۔

تورات کے مطالعہ سے دو قسم کی سزاؤں کا ذکر ملتا ہے،اوّل یہ کہ زانی سے شادی کرے اور حق مہر کی ادائیگی کرے۔اور دوم یہ کہ کتاب استثناء میں ہے کہ اس زانی کو شہر کے دروازے پر لاکر سنگسار کر دیا جائے،جبکہ انجیل کی ہدایت کے مطابق کسی عورت کو بری نظر سے دیکھنا بھی جرم قرار دیتے ہوئے اس کی سزا آنکھ نکال دینا قرار دی گئی ہے۔

# اسلام میں محصن (شادی شدہ) زانی کی سزا

## محصن کا مفہوم

جب مرد یا عورت جو کہ مسلمان ہو اور عاقل بالغ ہو وہ کسی عورت یا مرد سے جو کہ مسلمان اور بالغ ہے، سے زنا کرے، جبکہ وہ اس وقت اس سے شادی شدہ نہیں ہے، محصن کہلاتا ہے۔

علم فقہ میں محصن کی تعریف ذیل کے الفاظ میں کی گئی ہے:

**"واحصان الرجم أن يكون حرا عاقلا بالغا مسلماً قد تزوج امرأةً حُرّةً نكاحاً صحيحاً و جامع بها و هُما على صفة الاحصان."(۱۹)**

اور سنگساری کرنے کیلئے احصان کی صفت یہ ہے کہ مرد آزاد، بالغ، عاقل اور مسلمان ہو،اس نے آزاد عورت کے ساتھ صحیح نکاح کیا ہو اور اس کے ساتھ ہمبستر ہوا ہو۔دونوں اس وصف احصان پر ہوں۔

فقہ میں احصان کی جو مختلف تعریفیں اور شرائط بیان کی گئی ہیں ان کا خلاصہ ذیل میں ہے:

۱۔ نکاحِ صحیح میں وطی

۲۔ اوقاتِ غیر محرمہ میں وطی

۳۔ بلوغت

۴۔ عقل

۵۔ اسلام

۶۔ فریقین میں تکمیل صفات۔(۲۰)

## محصن کے لئے حد

اسلام میں محصن زانی کیلئے حد کی سزا یہ ہے کہ اسے سنگسار کیا جائے، یہاں تک کہ وہ مر جائے۔

تورات میں زانی کی سزا درج ذیل ہے:

۱۔وہ شخص کسی دوسرے کی بیوی یعنی اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرے،وہ زانی اور مزنیہ دونوں ضرور جان سے مار دیئے جائیں۔(۲۱)

۲۔اگر کوئی مرد کسی شوہر والی عورت سے زنا کرتے پکڑا جائے،تو وہ دونوں مار ڈالے جائیں،یعنی وہ مرد بھی جس نے عورت کے ساتھ صحبت کی اور وہ عورت بھی۔(۲۲)

انجیل میں زنا کا درج ذیل حکم درج ہے:

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے پاس ایک عورت لائی گئی جو زنا میں عین فعل کے وقت پکڑی گئی۔پکڑ کر لانے والوں نے حضرت عیسیٰؑ سے کہا کہ تورات میں موسیٰ (علیہ السلام) نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ایسی عورت کو سنگسار کر دیں۔تو اس کی نسبت کیا کہتا ہے۔یسوعؑ نے کہا جو تم میں سے بے گناہ ہو تو وہی اس کو پہلے پتھر مارے۔(۲۳)

اس سے واضح ہوا کہ سنگساری کی سزا صرف اسلام میں ہی نہیں بلکہ سابقہ شرائع میں بھی موجود تھی، بلکہ اسلام میں وسعت نظریے و فطرت کا خصوصی خیال رکھتے ہوئے شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کا فرق کیا گیا ہے۔خلاصہ یہ کہ زنا کی حد (سزا) کے بارے میں سابقہ سماوی مذاہب میں بھی احکام موجود تھے۔اور اب بھی بائبل میں موجود ہیں۔

# شراب نوشی کے متعلق سماوی مذاہب میں مسائل

## شراب نوشی کا مفہوم:

اگر کوئی آدمی جان بُوجھ کر بغیر اکراہ یا اضطرار کے کوئی بھی نشہ دلانے والی چیز کسی بھی طریقہ سے استعمال کرتا ہے تو اس کا یہ فعل شراب نوشی کہلاتا ہے۔

فقہاء نے شراب کی درج ذیل اقسام بیان کی ہیں:

۱۔خمر مختلف پھلوں یا اجناس سے بنائے گئے وہ مشروبات ہیں جو نشہ آور ہو جائیں۔

۲۔قابل سکر ایسے مشروبات جو خود نشہ آور تو نہ ہوں، البتہ ان کا زیادہ استعمال نشہ پیدا کر دے یا کچھ وقت پڑے رہنے سے نشہ آور ہو جائیں۔

۳۔جامد مسکرات! ایسی نشہ آور اشیاء جو مختلف پودوں یا مائعات سے تیار کی جائیں اور نشہ دینے کے اثرات رکھتی ہوں مثلاً افیون، چرس، بھنگ وغیرہ۔

درج بالا مفہوم کی تائید حضرت نعمانؓ بن بشیر کی درج ذیل روایت سے ہوتی ہے:

"ان من مطب العنب خمراً،ان من التمر خمراً،وان من العسل خمراً،وان من الزبیب خمراً،ومن الحنطة خمراً، و أنا أنھا کم عن کل مسکر."(۲۴)

بلاشبہ خمر (شراب) انگور سے بھی بنتی ہے، کھجور سے، شہد سے، کشمش سے اور گندم سے بھی بنتی ہے۔میں تمہیں ہر نشہ دینے والی چیز سے منع کرتا ہوں۔

مزید وضاحت حضرت جابرؓ کی روایت ذیل سے ہوتی ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"کل مسکرٍ حرام."(۲۵)

ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

تورات میں ہے:

"جب کوئی مرد یا عورت نذر کی منّت مانے یعنی آپ کو خداوند کیلئے الگ رکھنے کی خاص منّت مانے، تو وہ مئے اور شراب سے پرہیز کرے، اور مئے کا سرکہ نہ پیئے، اور نہ انگور کا رس پیئے، اور نہ تازہ نہ خشک انگور کھائے۔"

بائبل کے مطالعہ سے شراب کے متعلق مستقل تفصیلی مسائل تو نہیں ملتے، البتہ بعض احکام کے ضمن میں شراب کے استعمال کی ممانعت واضح ہوتی ہے، جبکہ اسلام میں شراب کے حوالے سے مستقل اور واضح احکام موجود ہیں۔

## اسلام میں شراب نوشی کی ممانعت کے بارے احکامات

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۱۔"یٰٓاَ یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَاالْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَا جْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ."(۲۶)

"اے ایمان والو! شراب، جوا، بُت اور پانسے ناپاک ہیں، شیطانی کام ہیں تم ان سے بچو تا کہ تم فلاح پاسکو۔"

**حدیث مبارک میں ہے:**

۲۔"کل مسکر حرام و کل مسکر خمر."(۲۷)

ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور ہر نشہ آور چیز شراب ہے۔

۳۔حضرت جابر بن عبداللہؓ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

"ما أسکر کثیرہ فقلیلہ حرام."(۲۸)

جس مشروب کی زیادہ مقدار استعمال کرنے سے نشہ آتا ہے، اس کی قلیل مقدار کا استعمال بھی حرام ہے۔

## شرابی کیلئے سزا کا تعین (حد)

احادیث مبارکہ میں مختلف سزاؤں کا ذکر ملتا ہے، چنانچہ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے پاس شراب نوشی کا ایک مجرم لایا گیا تو آپ نے اسے تقریباً چالیس (۴۰) کوڑوں کی سزا دی۔(۲۹)

ایک اور روایت میں ہے:

شراب کا استعمال کرنے والے کو چھڑیوں اور جوتوں سے مارنے کی سزا دی گئی۔

حضرت ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں چالیس کوڑوں کی سزا دی جاتی تھی اور عہد فاروقی میں جب اسے کم سمجھا گیا، تو اسّی (80) کوڑوں کی سزا کا تعین ہوا، اور اسی پر اجماع امت ہے۔(۳۰)

علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

”وفي حد الشرب و السكر و القذف ثمانون في الحر و أربعون في العبد. “(۳۱)

شراب، نشے، جھوٹی تہمت پر آزاد کے لئے اسی (۸۰) اور غلام کے لئے چالیس کوڑے ہیں۔

منشیات استعمال کرنے کے حوالے سے سابقہ شرائع میں بھی ممانعت موجود ہے، تاہم اسلام نے اس کے استعمال پر بھی سزا مقرر کی ہے، اور اس فعل میں معاونت کرنے والے کے متعلق بھی شدید وعید موجود ہے اور تعزیر کا بھی حکم ہے جو سابقہ شرائع میں نہیں، اس سے اسلام کی جامعیت اور عالمگیریت واضح ہوتی ہے۔

## سرقہ (چوری) کے متعلقہ مسائل

علامہ کاسانیؒ نے چوری کی جامع تعریف یہ کی ہے:

شریعت میں چوری کے معنی یہ ہیں کہ عاقل، بالغ شخص کا نصاب محفوظ ہو یا اس چیز کو جو نصاب کے تحت آتی ہو، دوسرے کی ملکیت سے خفیہ طور پر لے لینا جس پر مالک کو کسی قسم کا شبہ نہ ہو۔(۳۲)

## سابقہ سماوی مذاہب میں چوری کے متعلق مسائل

ا۔ تورات میں درج ذیل احکام ہیں:

(i) تو چوری نہ کرنا۔(۳۳)

(ii) تو اپنے پڑوسی کے گھر کا لالچ نہ کرنا، تو اپنے پڑوسی کی بیوی کا لالچ نہ کرنا اس کے غلام اور اس کی لونڈی اور اس کے بیل اور اس کے گدھے اور نہ اپنے پڑوسی کی اور کسی چیز کی لالچ کرنا۔(۳۴)

(iii) اگر چوری کا مال اس کے پاس جتنا ملے خواہ وہ بیل، گدھا یا بھیڑ ہو، تو اس کا دوگنا بھرے۔(۳۵)

(iv) اگر کوئی آدمی بیل یا بھیڑ چُرائے اور اسے ذبح کر دے، یا بیچ ڈالے تو وہ بیل کے بدلے پانچ بیل اور ایک بھیڑ کے بدلے چار بھیڑیں بھرے۔(۳۶)

(v) اگر چور سیندھ مارتے ہوئے (دورانِ چوری) پکڑا جائے، اور اس پر ایسی مار پڑے کہ وہ مر جائے، تو اس کے خون کا کوئی جرم نہیں، اگر سورج نکل چکے تو اس کے خون کا جرم ہوگا، بلکہ اسے نقصان بھرنا پڑے گا، اور اگر اس کے پاس کچھ نہ ہو تو وہ چوری کے لئے بیچا جائے۔ اگر چوری کا اس کے پاس جتنا ملے خواہ وہ بیل یا گدھا یا بھیڑ ہو تو وہ اس کا دوگنا بھرے۔(۳۷)

# اسلام میں سرقہ سے متعلقہ مسائل

## قابل نفاذ حد چوری کی تعریف

اگر کوئی بالغ (مرد/عورت) اپنے آپ کو اس طرح چھپا کر کہ مالک کو علم نہ ہونے پائے، کسی محفوظ جگہ سے نصاب یا اس سے زیادہ مالیت کی جائیداد، جو کہ چوری شدہ نہ ہو، یہ جانتے ہوئے کہ مذکورہ چیز نصاب کی مالیت کے برابر یا زائد ہے، چوری کرتا ہے تو وہ چوری قابل نفاذ حد کہلاتی ہے۔

## قابل نفاذ حد کیلئے سرقہ کا نصاب

اسلام نے چوری کیلئے حد کی سزا نافذ کرنے کیلئے مال مسروقہ کا ایک نصاب مقرر کیا ہے، جو کہ 4.457 گرام سونا یا اس کے مساوی دیگر جائیداد ہو سکتی ہے۔

۱۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا اَیْدِیَھُمَا جَزَآءً بما کسبا.''(۳۸)

''اور جو مرد عورت چور ہو تو اس کا ہاتھ کاٹو یہ ان کے لیے ان کے فعل کا بدلہ ہے۔''

۲۔ روایت کیا گیا ہے:

''رسول اکرم ﷺ کے پاس ایک چور لایا گیا تو آپ نے اس کا ہاتھ قطع کیا، اور حکم فرمایا، کہ اس (کا کٹا ہوا ہاتھ) اسکی گردن میں لٹکا دیا جائے۔''(۳۹)

## چوری کیلئے حد

۱۔ اوّل بار دایاں ہاتھ کاٹنے کا حکم

۲۔ دوسری بار بایاں پاؤں کاٹنے کا حکم

۳۔ تیسری بار یا مزید جب بھی جرم کرے تو عمر قید

چوری کے متعلق سابقہ شرائع میں بھی سزائیں موجود تھیں جبکہ اسلام میں بھی تادیبی احکام موجود ہیں، اسلام میں چوری کی سخت ممانعت کی گئی ہے اور ساتھ ہی کڑی سزا بھی رکھی گئی ہے۔ البتہ جب ہم اسلامی حدود کا گہرائی سے جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ سابقہ مذاہب کے احکام کی نسبت اسلامی حدود میں اعتدال پسندی سے کام لیا گیا ہے؛ کیونکہ تورات کے الفاظ میں دوگنا، چار گنا، اور پانچ گنا تک سزا کے ذکر کے ساتھ ساتھ نقب زنی کے وقت گرفتار ہونے کی صورت میں قتل کر دینے اور بیچ دینے تک کی سزا کا ذکر ہے۔(۴۰) جب کہ شریعتِ محمدیہ میں مکمل ثبوت فراہم ہونے پر صرف ہاتھ کاٹا جائے گا

۔نیز تورات کے حکم سے واضح ہوتا ہے کہ لوگ اسے ماریں اور اگر مار پیٹ کے دَوران مر جائے تو کوئی حرج نہیں ہے جبکہ اسلام نے اس چیز سے منع کیا ہے اور قاضی وقت کو فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ہے تا کہ ذاتی عداوت پیدا نہ ہو اور معاشرہ انتشار کا شکار نہ ہو جائے۔

# توراۃ میں حدقذف

## قذف کامفہوم

اگر کوئی آدمی تحریری یا زبانی صورت میں کسی بھی طریقہ سے کسی پاک دامن مرد یا عورت پر زنا کا الزام اس نیّت سے لگاتا ہے کہ اس شخص کے جذبات اور شہرت کو نقصان پہنچے تو یہ قذف کہلاتا ہے۔

تورات میں تہمت لگانے کی سزا کے متعلق درج ذیل احکام ملتے ہیں:

اگر کوئی مرد کسی عورت کو بیاہے اور اس کے پاس جانے کے بعد اس سے نفرت کرے، شرمناک باتیں اس کے حق میں کہے اور اسے بدنام کرنے کیلئے یہ دعویٰ کرے......(اس لڑکی کا باپ اس کے دعویٰ کی تردید کیلئے ثبوت فراہم کردے) تب شہر کے بزرگ اس شخص کو پکڑ کر اس کو کوڑے لگائیں اور اس سے چاندی کے سو(۱۰۰) مثقال جرمانہ لے کر اس لڑکی کے باپ کو دیں اس لئے کیونکہ اس نے کنواری لڑکی کو بدنام کیا اور اس کی بیوی بنے رہے اور اسے زندگی بھر طلاق نہ دینے پائے۔

انجیل میں اگرچہ حدقذف کا واضح حکم نہیں ملتا تاہم عموماً جہاں انجیل خاموش ہو وہاں تورات کے احکام کا تسلسل تصور کیا جاتا ہے۔

# اسلام میں قذف کے متعلقہ مسائل

## قابل نفاد حدقذف کی تعریف

اگر کوئی بالغ شخص جان بوجھ کر بغیر کسی شک وشبہ کے کسی محصن پر جو کہ وطی کرنے کے قابل ہو قابل نفاد حد کا الزام لگاتا ہے تو یہ الزام قابل نفاد حدقذف کہلاتا ہے۔

## قذف کے لیے حد

ارشادِ ربانی ہے:

(i)وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا. (۴۱)

''اور جو لوگ پرہیزگار عورتوں کو عیب لگائیں اور اس پر چار گواہ نہ لائیں تو ان کو اسّی (۸۰) کوڑے مارو اور (آئندہ کے لئے) کبھی بھی ان کی شہادت قبول نہ کرو۔''

(ii) اِنَّ الَّـذِيْـنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. (۴۲)

''اور جولوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی (تہمت یا بدکاری کی خبر) پھیلےان کے لیے آخرت میں دُکھ دینے والا عذاب ہوگا۔خدا جانتا ہےاورتم نہیں جانتے۔''

حضرت ابوہریرہؓ رسول اکرم ﷺ کا فرمان روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

اجتنبوا السبع الموبقات . قالوا: يا رسول الله وما هن؟ قال: الشرک بالله، وقتل النفس التى حرم اللّٰه الا بالحق، وأكل الربا، وأكل مال اليتيم، والتولّى يوم الزَّحف، وقذف المؤمنات المحصنات الغافلات. (۴۳)

سات تباہ کن چیزوں سے بچو، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کون سی ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کا شریک بنانا، ناحق قتل، سودخوری، یتیم کا مال (ناحق) کھانا، جنگ کے دوران پیٹھ دکھانا اور پاک دامن بے خبر عورتوں پر تہمت لگانا۔

سابقہ شرائع اور اسلام کی تعلیمات سے واضح ہوتا ہے کہ تہمت لگانا بہت ہی بُرا فعل ہے اور اس کی سزا بھی مقرر کی گئی ہے البتہ تورات میں کوڑے اور جرمانہ کا ذکر ہے، جبکہ شریعتِ محمدیہ میں صرف کوڑے ہیں اور ان کی تعداد بھی اسّی (80) مقرر کی گئی ہے جبکہ سابقہ شریعت میں مطلق کوڑے تھے، اسلام نے مقید کر دیئے ہیں۔

# ارتداد (مرتد ہو جانا) کی حد (سزا)

## لغوی مفہوم

''الرد صرفُ الشيءِ ورجعُه.''(۴۴)

ردّ کا معنی ہے کسی شے کو پھیر دینا اور اس کو واپس کرنا۔

## اصطلاحی مفہوم

''والاسم الرد ة، ومنه الردة عن الاسلام أى الرجو ع عنه،وارتدَّ فلان عن دينه اذا كفر بعد اسلامه.''(۴۵)

ردۃ اسم ہے، اس سے مراد اسلام سے پھر جانا ہے جیسے کہا جاتا ہے، فلاں اپنے دین سے مرتد ہو گیا جب وہ اسلام لانے کے بعد کفر کرلے۔

''دائرۃ المعارف'' میں ارتداد کا درج ذیل خلاصہ ومفہوم بیان کیا گیا ہے:

(i) اصطلاح شریعت میں ارتداد کا مطلب دین اسلام کو چھوڑ کر کفر اختیار کر لینا۔

(ii) ارتداد قولاً بھی ہوتا ہے اور عملاً بھی ،مثلاً پورے اسلام یا اس کے کسی بنیادی رکن کو ماننے سے زبان سے انکار کر دینا یا ایسے اعمال یا عقائد اختیار کر لینا جو قرآن وسنت کے قطعی خلاف ہوں۔

(iii) مرتد اس شخص کو کہا جاتا ہے جو پورے اسلام یا اس کے کسی اساسی رکن کو ترک کر کے دین سے برگشتہ ہو کر کفر اختیار کرے خواہ اس کی کوئی بھی شکل ہو۔(۴۶)

## تورات میں ارتداد سے متعلقہ احکام

۱۔ اگر تیرا بھائی یا تیری ماں کا بیٹا یا تیرا بیٹا یا تیری بیٹی یا تیری ہم آغوش بیوی یا تیرا دوست جو تم کو جان کے برابر عزیز رکھتا ہے تجھ کو چپکے چپکے پھسلا کر کہے چلو ہم دونوں دیوتاؤں کی پوجا کریں جس سے تو اور تیرے باپ دادا واقف بھی نہیں تو تُو اس کے ساتھ رضا مند نہ ہونا اور نہ اس کی بات سننا اور اس پر ترس بھی نہ کھانا اور نہ اس کو رعایت کرنا اور نہ اسے چھپانا بلکہ تو اسے خود قتل کرنا اور قتل کرتے وقت تیرا ہاتھ اس پر پڑے اس کے بعد سب قوم کے ہاتھ،اور تو اسے سنگسار کرنا تا کہ وہ مر جائے۔(۴۷)

۲۔ اور اگر تیرے درمیان بستیوں میں جن کو خداوند اور تیرے خدا تجھ کو دے کہیں کوئی مرد یا عورت ملے جس نے خداوند تیرے خدا کے حضور یہ بدکاری کی ہو کہ اس کے عہد کو توڑا ہو اور جا کر معبودوں کی یا سورج یا چاند یا اجرامِ فلکی میں سے کسی کا جس کا حکم میں نے تجھے نہیں دیا پوجا یا پرستش کی ہو اور یہ بات تجھ کو بتائی جائے اور تیرے سُننے میں آئے تو تو جانثاری سے تحقیق کرنا اور اگر یہ ٹھیک ہو اور قطعی طور پر ثابت ہو جائے کہ اسرائیل نے ایسا مکروہ کام کیا ہوا ہے تو اس مرد یا عورت کو جس نے یہ بُرا کام کیا ہو اپنے پھاٹکوں سے باہر نکال لے جانا اور ان کو ایسا سنگسار کرنا کہ وہ مر جائیں۔(۴۸)

## اسلام میں ارتداد سے متعلقہ سزا

مرتد کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ج وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○(۴۹)

''تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھرے پھر کافر ہو کر مرے تو ان لوگوں کے اعمال ضائع ہو گئے دنیا وآخرت میں اور یہ لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔''

مرتد کے حوالے سے ارشاد نبوی ہے:

''من ارتد فاقتلوهُ.''(۵۰)

جو مرتد ہو جائے اسے قتل کر دو۔

شریعت موسوی میں مرتد ہو جانے کی سزا قتل اور سنگساری ہے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی شریعت میں بھی یہی حکم ملتا ہے اور اسلام کے اندر صرف قتل کر دینا ہی ہے۔

# راہزنی کی حد

رہزنی کی تعریف یوں کی گئی ہے:

**"أما ركنه فهو الخروج على المارة لأخذ المال على سبيل المغالبة على وجهٍ يمتنع المارة عن المرور، ويقطع الطريق سواءً كان القطع من جماعةٍ أو من واحدٍ."(۵۱)**

"رہزنی کی بنیادی شرط یہ ہے کہ راستہ میں گزرنے والوں پر چڑھائی کرنا مال چھیننے کی غرض سے راستہ روک لینا خواہ فرد واحد ایسا کرے یا زیادہ افراد گروہ کی صورت میں ایسا کریں۔"

**تورات میں ہے:**

"اگر کوئی شخص بدخواہی سے اپنے ہمسائے پر چڑھ آوے تاکہ اسے مارے تو میری قربان گاہ سے جدا کر دے تاکہ وہ مرے اور جو اپنے باپ یا اپنی ماں کو مارے البتہ مار ڈالا جائے اور جو آدمی کو چرائے اور جو اسے بیچ ڈالے یا وہ اس کے پاس سے پکڑا جاوے تو وہ البتہ مار ڈالا جائے۔"(۵۲)

قرآن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیۡنَ یُحَارِبُوۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ وَیَسۡعَوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ فَسَادًا اَنۡ یُّقَتَّلُوۡۤا اَوۡ یُصَلَّبُوۡۤا اَوۡ تُقَطَّعَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَاَرۡجُلُہُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ اَوۡ یُنۡفَوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ ذٰلِکَ لَہُمۡ خِزۡیٌ فِی الدُّنۡیَا وَلَہُمۡ فِی الۡاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ۔"(۵۳)

یہی سزا ہے انکی جو لڑتے ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور ملک میں فساد کرتے ہیں کہ ان کو قتل کیا جائے یا سُولی چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کاٹے جائیں یا ملک بدر کر دیئے جائیں، یہ ان کی رُسوائی ہے اور ان کیلئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

قتل و غارت گری تمام مذاہب سابقہ میں فعل شنیع قرار دیا گیا ہے اور اس کی سزا سابقہ شرائع میں قتل اور بیچ ڈالنے کی ہے جبکہ اسلام میں مختلف صورتوں میں ڈاکہ زنی کی سزا مختلف تجویز کی گئی ہے جس میں قتل، پھانسی دینا اور ہاتھ پاؤں مختلف سمت سے کاٹنا اور جلاوطنی ہے۔ جرم کی نوعیت کے مطابق سزا دی جائے گی۔(۵۴)

# سابقہ شرائع میں قصاص کے احکام

## قصاص کا مفہوم

۱۔ شرعی اصطلاح میں خون کے بدلے خون لینے کو قصاص کہتے ہیں۔(۵۵)

۲۔ شرع اسلامی کے مطابق اس کا اجراء قتل عمد کی صورت میں ہوتا ہے یا ان جراحات کی صورتوں میں جو ہلاکت تک پہنچانے والی نہ ہوں، پہلی شکل "قصاص فی النفس" (یعنی جان کے بدلے جان) کہلاتی ہے دوسری شکل "قصاص فیما دون النفس" (جان لینے سے کم تر) بدلہ ہے۔(۵۶)

۳۔ قتل بدنی نقصان یا جسمانی ایذاء رسانی سے متعلق جرائم کی مقرر کردہ سزا کا نام جو کہ افراد کا حق ہے۔(۵۷)

قصاص کے متعلق تورات میں درج ذیل احکام کا ذکر ملتا ہے:

(i) جو آدمی کا خون کرے اس کا خون آدمی سے ہوگا۔(۵۸)

(ii) اگر کوئی آدمی کسی آدمی کو ایسا مارے کہ وہ مر جائے تو وہ قطعی جان سے مارا جائے۔(۵۹)

انجیل میں ہے:

''تم سن چکے ہو اگلوں سے کہا گیا ہے جو خون کرے گا وہ عدالت کی سزا کے لائق ہوگا لیکن میں تم سے کہتا ہوں جو کوئی اپنے بھائی پر غصہ ہوگا وہ عدالت کی سزا کے لائق ہوگا اور جو اپنے بھائی کو پاگل کہے گا وہ صدر عدالت کی سزا کے لائق ہوگا اور جو کوئی احمق کہے گا وہ آتش جہنم کا سزاوار ہوگا۔''(۶۰)

# اسلام میں قصاص کے متعلق احکام

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

**یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی ط اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی ط فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌ م بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ ط** (۶۱)

''اے ایمان والو! تم پر ان کے خون کا بدلہ (قصاص) فرض کیا گیا ہے جو ناحق قتل کیے جائیں، آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت، پھر اگر اس کو (یعنی قاتل کو) اس کے بھائی (یعنی مقتول کے وارث) کی طرف سے کچھ (یعنی قصاص) معاف کر دیا جائے تو چاہئے کہ بھلے دستور کے موافق پیروی کی جائے اور (خون بہا کو) اچھے طریقے سے اس (مقتول کے وارث) تک پہنچا دیا جائے۔''

دوسرے مقام پر ارشادِ ربانی ہے:

**وَکَتَبْنَا عَلَیْهِمْ فِیْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ لا وَالْعَیْنَ بِالْعَیْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ لا وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ط فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ کَفَّارَةٌ لَّهٗ ط** (۶۲)

''اور ہم نے تورات میں ان پر واجب کیا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں بدلہ ہے۔ اور جو دل کی خوشی سے بدلہ معاف کر دے تو وہ اس کا گناہ اُتار دے گا۔''

ارشادِ نبوی ہے:

**من قُتِل لهُ قتيلٌ فله أن يعفو أو يأخذ الدية.** (۶۳)

جس کا آدمی قتل ہوجائے تو اس کیلئے اختیار ہے کہ اسے قتل کردے یا معاف کردے یا پھر اس سے دیت وصول کرے۔

قرآنِ مجید کی نص اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ قصاص کا حکم تورات اور انجیل میں بھی موجود تھا، تاہم تورات میں سخت قوانین ہیں کہ ورثاء بھی قاتل کو قتل کر سکتے ہیں، جبکہ اسلام میں ایسا نہیں ہے صرف حاکم وقت سزا کا اجراء کرسکتا ہے، نیز اسلام میں مزید وسعت یہ بھی اختیار کی گئی ہے کہ ورثاء معاف بھی کر سکتے ہیں اور دیت بھی وصول کر سکتے ہیں۔ جب کہ تورات میں معافی کا ذکر نہیں ہے جہاں تک قصاص جسمانی نقصانات میں ہے اس کا ذکر تورات میں موجود ہے اور قرآنی تعلیمات بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔

# اسلام میں تعزیرات کے متعلق احکام

## تعزیرات کا مفہوم

ایسی سزائیں جن میں حاکم وقت کو قانون سازی کا اختیار حاصل ہوتا ہے یعنی جنہیں کتاب وسنت نے متعین نہیں کیا بلکہ قاضی موقع کے اعتبار سے یا وقتی تقاضوں کے مطابق انہیں متعین کرسکتا ہے، بہ الفاظ دیگر حدود وقصاص کے علاوہ جو سزائیں مختلف جرائم کیلئے ریاست مقرر کرتی ہے، تعزیرات کہلاتی ہیں۔

صاحبِ بدائع لکھتے ہیں:

**"أما التعزیر فلیس لها حد مقرر فی الشرع سواء کانت الجنایة علی حق اللّٰه تعالیٰ کترکِ الصلاة والصوم و نحو ذلک، أو علی حق العبد بأن أذیٰ مُسلماً بغیرحق بفعل أو بقولٍ."** (۶۴)

تعزیر کی سزا مقرر نہیں ہے شریعت میں خواہ وہ حقوق اللہ میں جرم کرے مثلاً نماز روزہ ترک کردینا یا بندے کے حق میں زیادتی کرکے اپنے فعل یا زبان سے مسلمان کو ناحق طور پر تکلیف دے۔

## تورات میں تعزیرات کے متعلق احکام

۱۔ اور جو اپنے ماں باپ پر لعنت کرے قطعی مار ڈالا جائے۔(۶۵)

۲۔ اگر دو شخص جھگڑا کریں اور ایک دوسرے کو پتھر یا مکا مارے اور وہ مرے تو نہیں پر بستر پر پڑا رہے تو جب اُٹھ کر اپنی لاٹھی کے سہارے باہر چلنے لگے تب وہ جس نے مارا تھا بری ہوجائے فقط اس کا ہرجانہ بھردے اور اس کا پورا علاج کرادے۔(۶۶)

۳۔ اور اگر لوگ آپس میں مار پیٹ کریں اور کسی حاملہ کو ایسی چوٹ پہنچائیں کہ اسے اسقاط ہوجائے پر اور کوئی نقصان نہ ہو تو اس سے جتنا جرمانہ اس کا شوہر تجویز کرے، لیا جائے اور جس طرح قاضی فیصلہ کرے جرمانہ بھردے۔(۶۷)

۴۔ اگر کوئی آدمی کسی کھیت یا تاکستان کو کھلوادے اور اپنے جانور کو چھوڑ دے کہ دوسروں کے کھیت کو چرلے تو اپنے کھیت یا تاکستان کی اچھی پیداوار میں اس کا معاوضہ دے۔(۶۸)

۵۔ آگ بھڑکے اور کانٹوں میں لگ جائے اور اناج کے کھیت یا کھڑی فصل یا کھیت کو جلا کر بھسّم کر دے تو جس نے آگ جلائی ہو تو،ضرور معاوضہ دے۔(۶۹)

## خلاصہ کلام

افراد معاشرہ کو درست سمت پر گامزن رکھنے کی غرض سے سزائیں ہر مذہب میں رائج رہی ہیں اور ان کی اہمیت سے کسی ذی شعور کو انکار نہیں ہے معاشرتی بگاڑ و فساد سے انسانی افراد کو بچانے کی غرض سے ترغیب وترہیب سے کام لیا جاتا ہے۔

امتِ محمدیہ علی صاحبھا الصلوۃ والسلام کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ تم بہترین اُمت ہو،لوگوں کو نیکی کی طرف بلاتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو، یہ دوسرا پہلو''نہی عن المنکر''تعزیرات کے زُمرہ میں آتا ہے،سابقہ شرائع کے موجود اور دستیاب مواد کے مطالعہ سے یہ امر واضح ہوتا ہے جس طرح جانی نقصان پر سزائیں تھیں عین اسی طرح مالی نقصان اور ہتک عزت پر بھی سزائیں مقرر کی گئی ہیں اور جرمانہ بھی عائد کیا گیا ہے،البتہ یہ ایک حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ تورات میں بعض چھوٹے سے جرائم پر سخت سزا کا ذکر ہے جبکہ اسلام نے سزاؤں میں اعتدال پسندی سے کام لیا ہے کہ تعزیرات حدود کے درجہ تک نہ پہنچ جائیں،شریعت موسوی و عیسوی میں حدود اور تعزیرات کا فرق معلوم نہیں ہوتا۔

اس بحث سے یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہو چکی ہے کہ تمام ساوی مذاہب (سابقہ شرائع) میں حدود قصاص اور تعزیرات کے احکامات موجود تھے البتہ معاشرتی اختلافات اور مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ ان میں ترمیم اور اِضافے ہوتے رہے ہیں بہ الفاظ دیگر کوئی آسمانی مذہب حدود کے نفاذ و اجراء سے خالی نہیں رہا،اس سلسلہ میں اسلامی حدود کو سخت کہنا کم علمی اور تعصّب کی علامت گردانا جاسکتا ہے،حقیقتاً سابقہ شرائع میں حدود وقصاص اور تعزیرات کے حوالے سے سخت ترین احکامات تھے،جبکہ اسلام نے اعتدال کی راہ دکھائی ہے اور قصاص میں معافی و دیت کی راہ نکالی ہے جو سابقہ شرائع میں نہیں تھی، اس سے اسلامی تعلیمات کی جامعیت ،وسعت نظری،اعتدال پسندی اور ہمہ گیریت واضح ہوتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

# ﴿حوالہ جات﴾


(۱) الافریقی، جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور، (س-ن)۔لسان العرب، بیروت، دار صادر، ج:۳،ص:۱۴۰

(۲) الزبیدی، محمد مرتضیٰ سید، (س-ن)۔تاج العروس من جواہر القاموس، بیروت، دار الفکر، ج:۴،ص:۱۴۰

(۳) مختصر داۂ معارف اسلامیہ (۱۹۹۷ء)۔لاہور، پنجاب یونیورسٹی، ص:۲۷۰

(۴) نعمانی، عبد الرشید مولانا، (۱۹۹۵ء)۔لغات القرآن، دہلی، ندوۃ المصنفین، ج:۲،ص:۲۷۴

(۵) الزبیدی، تاج العروس، ج:۴،ص:۴۱۰

(۶) الکاسانی، علاؤالدین ابوبکر بن مسعود، (۱۹۱۰ء)۔بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، مصر، مطبعہ جمالیہ، ج:۴،ص:۳۳

(۷) ایضا، ج:۴،ص:۳۳

(۸) ابن ہمام، کمال الدین، محمد بن عبد الواحد، (س-ن)۔فتح القدیر، مصر، مطبعہ مصطفیٰ البابی، ج:۹،ص:۲۰۴

(۹) الکاسانی، بدائع الصنائع، ج:۴،ص:۳۳

(۱۰) ایضاً، ج:۴،ص:۳۳

(۱۱) خروج، ۲۰:۴

(۱۲) یوحنا، ۸:۱۱

(۱۳) بنی اسرائیل، ۳۲

(۱۴) النور، ۳۰

(۱۵) استثناء، ۲۲ : ۲۲ تا ۲۵

(۱۶) متی، ۵:۲۷تا۲۹

(۱۷) النور، ۲

(۱۸) السجستانی، ابوداؤد سلیمان بن اشعث، (س-ن)۔السنن، کتاب الحدود، باب الشرع علی الحدود

(۱۹) ابن ہمام، فتح القدیر، ج:۴،ص:۱۲۹

(۲۰) ایضاً، ج:۴ص:۱۳۰

(۲۲)احبار، ۱۰: ۲۰

(۲۳)استثناء، ۲۲: ۲۲ تا ۲۵

(۲۴) یوحنا، ۱۱:۸

(۲۵) نسائی، عبدالرحمٰن، (س-ن)۔السنن، کتاب الاشربہ، حدیث نمبر:۵۵۸۳

(۲۶) المائدۃ،۹۰

(۲۷)ایضاً،حدیث نمبر:۵۵۹۳

(۲۸) نسائی،السنن،کتاب الاشربہ،حدیث نمبر:۵۵۸۴

(۲۹) ایضاً،ج:۷،ص:۵۵

(۳۰) ترمذی،ابوعیسی،محمد بن عیسی،(س۔ن)۔الجامع،ابواب الحدود۔باب ماجاءفی اقامۃ الحدود،حدیث نمبر:۱۴۴۲

(۳۱) ایضاً

(۳۲)الکاسانی،بدائع الصنائع،ج:۷،ص:۵۵

(۳۳) ایضاً،ج:۷،ص:۵۵

(۳۴) خروج،۱۷:۲۰

(۳۵) ایضاً

(۳۶) ایضاً،۴:۲۳

(۳۷) ایضاً،۴:۲۲

(۳۸) ایضاً

(۳۹) المائدہ،۳۸

(۴۰) ترمذی،الجامع،ابواب الحدود،باب ماجاءفی تعلیق ید السارق،حدیث نمبر:۱۴۳۸

(۴۱) استثناء: ۱۳:۲۱، ۲۲

(۴۲) النور،۴، ۵

(۴۳) النور،۱۹

(۴۴) بیہقی،السنن الکبری،ج:۸،ص:۲۴۹

(۴۵) ابن منظور،لسان العرب،ج:۸،ص:۱۷۲

(۴۶) (أ) ایضاً،ج:،۳ص:۳،(ب) زبیدی،تاج العروس،ج:۴،ص:۴۵۰

(۴۷) مختصر دائرہ معارف اسلامیہ،ص:۲۱۷

(۴۸) استثناء،۲:۸ تا ۱۳

(۴۹) استثناء،۲:۵ تا ۱۷

(۵۰) البقرۃ،۲۱۷

(۵۱) السجستانی،السنن،کتاب الحدود،باب الحکم فی من ارتد،حدیث نمبر:۴۳۵۱

(۵۲) الکاسانی، بدائع الصنائع، ج:۷،ص:۹۰

(۵۳) خروج :۲۱:۱۴

(۵۴) المائدۃ،۳۳

(۵۵) مختصر دائرہ معارف اسلامیہ،ص:۲۷۷

(۵۶) الکاسانی، بدائع الصنائع، ج:۷،ص:۲۳۱

(۵۷) ایضاً

(۵۸) ایضاً

(۵۹) پیدائش،۴: ۹

(۶۰) خروج،۱۳:۲۰

(۶۱) متی،۵:۱۲ تا ۲۶

(۶۲) البقرۃ،۱۷۸

(۶۳) المائدۃ،۴۵

(۶۴) السجستانی،السنن،حدیث نمبر:۴۵۷۲

(۶۵) الکاسانی، بدائع الصنائع، ج:۷،ص:۹۳

(۶۶) خروج،۲:۲۱

(۶۷) ایضاً

(۶۸) ایضاً

(۶۹) ایضاً

(۷۰) ایضاً،۶:۲۲

## مصادر ومراجع

(۱)القرآن

(۲) ابن همام ،كمال الدين ،محمد بن عبد الواحد،(س.ن). فتح القدير ،مصر،مطبعة مصطفى البابى الحلبى

(۳) الافريقى،جمال الدين محمد بن مكرم بن منظور،(س.ن).لسان العرب ،بيروت،دار صادر

(۴) بيهقى،احمد بن الحسين بن على ،(۱۹۹۱ء) .السنن الكبرىٰ، بيروت ،دار الكتب العلميه

(۵) ترمذى محمد بن عيسى ابو عيسى،(س.ن).الجامع ، بيروت ، دار الاحياء، التراث العربى

(۶)الزبيدى، سيدمحمد مرتضىٰ ،(س.ن).تاج العروس من جواهر القاموس ،بيروت،دارالفكر

(۷) السجستانی، ابو داؤود ،سلیمان بن اشعث،(س.ن).السنن ،بیروت ، دار الفکر

(۸)الکاسانی، علاؤالدین ابوبکر بن مسعود، (۱۹۱۰ء).بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ،مصر،مطبعة جمالية

(۹) مختصر دائرۂ معارف اسلامیہ(۱۹۹۷ء)۔لاہور، پنجاب یونیورسٹی

(۱۰) النسائی، عبدالرحمٰن،(س.ن). السنن،حلب، مکتب المطبوعات الاسلامیه

(۱۱) نعمانی،مولانا عبدالرشید،(۱۹۹۵ء)۔لغات القرآن، دہلی ،ندوۃ المصنفین

# کتاب وسنت میں تصوّف کی بنیادیں

☆ ڈاکٹر محمود سلطان کھوکھر
☆☆ ڈاکٹر ارشد منیر لغاری

**ABSTRACT**

This article aims to elaborate the basic concepts of Sufism. It also highlights the meaning of Sufism, its importance and basic principles on which Sufism has been established by the early and medieval Sufis. Contrary to the scholars who argue the Sufism is not based on shariah, and it is against the basic teaching of Islam, the present study attempts to prove that Sufism has completely harmonious with the teaching of Islam. Its foundations are based on the Quran and Sunnah. We have presented the opinion of eminent Sufis to educate their argument and understand their own verdict.

**Keyword:** sufism, medieval sufi, shariah, early sufis, harmonious

تصوف انفرادی اور اجتماعی اصلاح کا ایک مربوط نظام ہے، نیز دعوت وارشاد اور تبلیغِ دین کا ایک مؤثر ذریعہ ہے، صوفیاء نے اسلامی تاریخ کے ہر دور میں کفر وشرک کے ظلمت کدوں میں توحید ورسالت کی شمعیں روشن کر کے بقعۂ نور بنایا، کسی لاؤ لشکر کے بغیر دلوں کی ایک وسیع دنیا کو فتح کیا، جن خطوں میں ''الا اللہ'' کی تخم ریزی کی آج بھی سے وہاں ایمان کی خوشبو پھوٹتی ہے، پیشِ نظر مقالے میں نہایت اختصار سے تصوف کا مفہوم اور اس کی اہمیت بیان کرنے کے بعد کتاب وسنت کے ساتھ تصوف کا تعلق بیان کیا جائے گا، نیز کتاب وسنت میں موجود تصوف کی بنیادوں کو اجاگر کرنے کی سعی کی جائے گی، واللّٰہ الموفِق والمستعان، وعلیہ التکلان، وبہ التوفیق.

## تصوف کا مفہوم

تصوف کا مادہ صوف ہے، جس کا معنی ہے اون۔ اور تصوف کا لغوی معنی ہے اون کا لباس پہننا، جیسے تقمص کا معنی ہے: قمیص پہننا۔(۱) لیکن صوفیاء کی اصطلاح میں اس کے معنی ہیں: اپنے اندر کا تزکیہ اور تصفیہ کرنا، یعنی اپنے نفس کو نفسانی کدورتوں ورذائل اخلاق سے پاک وصاف کرنا اور فضائلِ اخلاق سے مزین کرنا۔(۲)

اور صوفیاء ایسے لوگوں کو کہا جاتا ہے جو اپنے ظاہر سے زیادہ اپنے اندر کے تزکیہ اور تصفیہ کی طرف توجہ دیتے ہیں اور دوسروں کو اسی کی دعوت دیتے ہیں۔

اب لفظ صوفیاء اپنے لغوی معنی (اون کا لباس پہننے والے) میں استعمال نہیں ہوتا بلکہ ایسے لوگوں کے لئے استعمال ہوتا ہے جو

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان
☆☆ سینئر لیکچرار شعبہ اسلامیات، سوکوٹو سٹیٹ یونیورسٹی، نائجیریا

اپنے اندر کے تزکیہ وتطہیر کی طرف توجہ دیتے ہیں۔اور اب یہ لفظ ایسے ہی لوگوں کے لئے لقب کی صورت اختیار کر چکا ہے۔لیکن چونکہ ابتداء میں ایسے لوگوں کا اکثر لباس صوف (اون) ہی ہوتا تھا،اس وجہ سے ان پر یہ نام پڑ گیا اگر چہ بعد میں ان کا یہ لباس نہ رہا۔(۳)

## تزکیہ اور تصفیہ

اللہ ربُّ العزت نے قرآن کریم میں فرائض نبوت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ق وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ. (۴)

''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان میں سے ہی ایک رسول بھیجا، جو انہیں خدائی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اگر چہ وہ اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔''

اسی تزکیہ کو صوفیاء نے تصوف کی بنیاد بنایا ہے، وہ اپنے ظاہر کو شریعت اور فضائلِ اخلاق سے آراستہ کرنے اور باطن کو رزائلِ اخلاق سے پاک رکھنے کے لیے عمر بھر کوشاں رہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جو شخص ان پاکانِ اُمت کے ساتھ وابستگی اختیار کرتا ہے اُس کے ظاہر اور باطن میں بھی روحانی انقلاب برپا ہو جاتا ہے۔

## ''احسان'' کا مفہوم

حدیث کی کتابوں میں ایک حدیث، حدیثِ جبریل کے نام سے مشہور ہے، اس میں ہے کہ ایک دن جبریل علیہ السلام انسانی شکل میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ سوالات کئے، ان میں سے ایک سوال یہ تھا کہ: ''احسان کیا ہے؟'' آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ'': احسان یہ ہے کہ تم خدا کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو، بھلا اگر تم خدا کو دیکھ نہیں رہے تو کم سے کم یہ یقین کر لو کہ وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔''(۵)

بندہ کے دل میں ''احسان'' کی کیفیت پیدا کرنے کا صوفیاء کی زبان میں دوسرا نام تصوف یا سلوک ہے۔تصوف دراصل بندہ کے دل میں یہی یقین اور اخلاص پیدا کرتا ہے۔تصوف مذہب سے الگ کوئی چیز نہیں بلکہ مذہب کی روح ہے۔جس طرح جسم روح کے بغیر مردہ لاش ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت بغیر اخلاص کے بے قدر و قیمت ہے۔تصوف بندۂ مومن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ذات کی محبت پیدا کرتا ہے۔اور خدا کی محبت بندہ کو مجبور کرتی ہے کہ وہ خلقِ خدا کے ساتھ محبت کرے، کیونکہ صوفی کی نظر میں خلقِ خدا ،خدا کا عیال ہے۔اور کسی کے عیال کے ساتھ بھلائی عیالدار کے ساتھ بھلائی شمار ہوتی ہے۔خدا کی ذات کی محبت بندہ کو خدا کی نافرمانی سے روکتی ہے اور بندگانِ خدا کی محبت بندہ کو ان کے حقوق غصب کرنے سے روکتی ہے۔اس لئے صوفیاء حضرات کی زندگی حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پوری طرح ادا کرتے ہوئے گذرتی ہے۔ظاہر ہے کہ جو چیز انسان کو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بنائے اور اس کے بندوں کا خیر خواہ بنائے اسکی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔تصوف اور اہلِ تصوف کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے علامہ اقبال نے کہا تھا کہ: ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں میں سے چھ کروڑ (۸۵ فیصد) مسلمان یقیناً اہلِ تصوف کے فیوض و برکات کا نتیجہ ہیں۔(۶)

## کتاب وسنت صوفیاء کی نظر میں

عہد رسالت مآب ﷺ اور خلفائے راشدین کے دور میں ''تصوف'' کی اصلاح استعمال نہیں ہوئی مگر دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے بے رغبتی، فکر آخرت اور نفس کے خلاف جہاد جیسے عناصر عملی طور پر موجود تھے، علاوہ ازیں قلوب واذھان اور افکار وخیالات کی تطہیر وتزکیہ کا وہ سلسلہ جاری رہا جو بعد میں آنے والے صوفیاء کے لئے ایک مینارۂ نور بنا، ان دونوں مبارک عہدوں میں تصوف کی اصطلاح معروف نہ ہونے کے اسباب بیان کرتے ہوئے امام قشیری فرماتے ہیں:

''جان لو کہ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد آپ کی صحبت کا شرف پانے والے صحابہ نے اپنے لئے لفظ ''صحابی'' کے علاوہ کوئی لفظ اختیار نہیں کیا، کیونکہ (نبوت کے بعد) صحابیت سے بلند کوئی رتبہ نہیں ہے، پس انہیں صحابہ کہا گیا۔ اور جب دوسرے عہد کے مسلمانوں نے ان (صحابہ) کی صحبت اٹھائی تو انہیں ''تابعین'' کہا گیا، انہوں نے بھی اس لفظ کو نہایت عزت والا لقب شمار کیا، پھر ان (تابعین کے) بعد میں آنے والوں کو ''تبع تابعین'' کہا گیا، پھر لوگوں میں (طبعی رجحان کے اعتبار سے) اختلاف واقع ہوا نیز مختلف مراتب ظاہر ہوئے، تب دین سے تعلق رکھنے والے خاص لوگوں کو عابد وزاہد کہا گیا، پھر بدعات کا ظہور شروع ہوا، اس وقت ہر فریق نے دعوی کیا کہ ان میں زُھاد (دنیا سے بے رغبتی رکھنے والے) موجود ہیں، تب ذکر الٰہی کے ساتھ اپنے سانسوں کا خیال رکھنے والوں اور اپنے دلوں کو غفلت سے بچانے والوں نے ''صوفی'' کے عنوان کے ذریعے اہل بدعت سے کنارہ کشی کر لی، ان اکابر کا یہ لقب دوسری صدی ہجری سے پہلے معروف ہوا۔''(۷)

صوفیاء نے شدومد سے اس بات کی صراحت کی ہے کہ کتاب وسنت ہی روحانیت کا بنیادی ماخذ ہیں، انہوں نے کسی اور سرچشمے کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا، خود صوفیاء کے چند اقوال پیش نظر جن سے گروہ صوفیاء کی کتاب وسنت سے وابستگی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستری صوفیاء کے ہاں کتاب وسنت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہمارے اصول سات ہیں: کتاب اللہ کو تھامنا، سنت رسول ﷺ کی پیروی کرنا، حلال کھانا، لوگوں کو اذیت دینے سے بچنا، توبہ کرتے رہنا اور (خالق ومخلوق کے) حقوق ادا کرنا۔''(۸)

ابوالقاسم ابراہیم بن محمد نصرباذی فرماتے ہیں:

''کتاب وسنت کا التزام، خواہشات اور بدعات کی پیروی سے اجتناب تصوف کی بنیاد ہے۔''

شیخ عبدالقادر جیلانی صوفی کے لئے کتاب سنت اور فرض عبادات کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جس حقیقت کی گواہی شریعت نہ دے وہ حقیقت نہیں زندیقیت ہے، اللہ عزوجل کی طرف کتاب وسنت کے دو پروں کے ساتھ پرواز کرو اور اس کی بارگاہ میں یوں حاضری دو کہ تمہارا ہاتھ رسول کریم ﷺ کے دست مبارک میں ہو۔ فرض عبادتوں کا چھوڑنا زندیقیت ہے۔ اور حرام کا ارتکاب معصیت ہے۔''(۹)

شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی نے تصوف کی انیس (۱۹) شرائط بیان کرنے کے بعد فرمایا:

''جو (صوفی) ان شرائط پر پورا اترتا ہے اللہ کی کتاب (اس کے صدق) کی تائید کرتی ہے اور رسول اللہ ﷺ اس کی قبولیت کی گواہی دیتے ہیں (وہ ہدایت کے راستے پر ہے)۔''(۱۰)

جنید بغدادی فرماتے ہیں:

''اللہ کی طرف جانے والے تمام راستے مسدود ہیں سوائے اس شخص کے جس نے حدیث نبوی کی مخلوق کے لئے پیروی کی اور آپ کی سنت کو لازم پکڑا، ایسے شخص کے لئے اللہ تعالی کی بارگاہ تک جانے والے تمام راستے کھلے ہیں۔''(۱۱)

تصوف میں سنت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ابوحمزہ بغدادی فرماتے ہیں:

''اللہ تعالی کی بارگاہ تک پہنچانے والے راستے پر رسول اللہ ﷺ کے احوال، افعال اور اقوال کے علاوہ کوئی رہنما نہیں ہے۔'' (۱۲)

حضرت سری سقطی فرماتے ہیں:

''سنت کے مطابق تھوڑا عمل بدعت پر مشتمل کثیر اعمال سے بہتر ہے۔'' (۱۳)

امام غزالی فرماتے ہیں:

''صوفیاء کے ظاہر و باطن اور ان کی تمام حرکات وسکنات مشکواۃ نبوت کے نور سے منور ہیں، روئے زمین پر نور نبوت سے بڑھ کر کوئی ایسا نور نہیں جس سے روشنی حاصل کی جائے۔''(۱۴)

تصوف کے نام پر دنیاداری کرنے والوں کی مذمت کرتے ہوئے شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی فرماتے ہیں:

''جس کا تصوف خورد ونوش پر مشتمل ہو، حرام امور میں عام لوگوں کی موافقت پر مبنی ہو، حرام امور کے ارتکاب اور مکروھات کے سننے میں کم ہمت لوگوں کی رفاقت پر مشتمل ہو وہ اصل تصوف سے دور ہے۔'' (۱۵)

ہم اپنے اس مقالے میں تصوف کی ان باتوں کا قرآن وسنت کی روشنی میں تجزیہ کریں گے جو صوفیاء حضرات کے ہاں متفق علیہ ہیں۔ صوفیاء حضرات جن باتوں پر زیادہ زور دیتے ہیں وہ یہ ہیں:

۱: اللہ تعالیٰ کی محبت

۲: رسول اللہ ﷺ کی اطاعت

۳: تزکیہ نفس (اپنے نفس کو فضائلِ اخلاق سے آراستہ کرنا اور رذائلِ اخلاق سے پاک کرنا)

۴: برداشت اور رواداری

۵: خدمتِ خلق

اب ہم ہر ایک بات کا کتاب وسنت کی روشنی میں تجزیہ کرتے ہیں:

## ا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت

مرزا قلیچ بیگ تصوف میں حب الٰہی کی ناگزیریت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

’صوفیاءحضرات اپنی تعلیمات میں سب سے زیادہ جس چیز پر زور دیتے ہیں وہ عشق ومحبتِ خداوندی ہے، کیونکہ محبت ہی ایک ایسی چیز ہے جومحبّ کو اپنے محبوب کی اطاعت پر مجبور کرتی ہے اوراس کی نافرمانی سے روکتی ہے محبّ کے دل میں محبوب کی رضا کی خاطر ہر مصیبت وتکلیف کوخندہ پیشانی سے برداشت کرنے کی قوت وصلاحیت پیدا کرتی ہے۔ اور محبت ہی وہ چیز ہے جومحبّ کو مجبور کرتی ہے کہ وہ ایسا عمل کرے جس سے محبوب راضی ہو اور ہر اس عمل وکردار سے باز رہے جس سے محبوب ناراض ہو، چنانچہ صوفیاء حضرات اگر زہد، تقویٰ، عبادت، ریاضت اور مجاہدے کرتے ہیں تو ان کا مقصد صرف اورصرف خدا کی رضا حاصل کرنا ہوتا ہے۔ وہ جنت کی لالچ یا جہنم کے خوف سے خدائی بندگی نہیں کرتے چنانچہ بی بی رابعہ بصریہؒ اپنی ایک دعا میں فرماتی ہیں: ’’خدایا! اگر میں تیری بندگی جنت کیلئے کرتی ہوں تو مجھے اس سے محروم رکھنا، اگر میں جہنم کے خوف سے تیری عبادت کرتی ہوں تو مجھے اس میں جھونک دینا لیکن اگر میں تیری بندگی تجھے پانے کے لئے کرتی ہوں تو مجھے اپنے آپ سے محروم نہ رکھنا۔‘‘(۱۶)

فراق ووصل چہ خواہی، رضائے دوست طلب    کہ حیف باشد از وغیر از یں تمنائے (۱۷)

’’فراق ووصل کیا ڈھونڈتا ہے، محبوب کی رضامندی ڈھونڈ کہ محبوب سے محبوب کے سوا کی تمنا افسوس کی بات ہے۔‘‘

شیخ ابوبکر شبلی تو یہاں تک فرماتے ہیں:

اَلصُّوفِیُ لَا یَرَیٰ فِیُ الدَّارَیْنِ مَعَ اللّٰہِ غَیْرَاللّٰہِ. (۱۸)

’’صوفی دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی ہستی کے علاوہ اور کسی چیز کونہیں دیکھتا۔‘‘

امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:

’’مقربین بارگاہ الٰہی (یعنی صوفیاء حضرات) اگر بہشت چاہتے ہیں تو اس لئے نہیں کہ ان کا مقصد نفس کی لذت ہے بلکہ اس لئے کہ وہ خدا کی رضا کی جگہ ہے، اگر وہ دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں تو اس لئے نہیں کہ اس میں رنج والم ہے بلکہ اس لئے کہ وہ خدا کے ناراضگی کی جگہ ہے، ورنہ ان کیلئے انعام اور رنج والم دونوں برابر ہیں۔ ان کا اصل مقصود رضائے الٰہی ہے۔‘‘ (۱۹)

شاہ عبداللطیف بھٹائی حب الٰہی کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

محبت سندو من ۾ ماٹک ٻارج مچ    ان پر اٿي اچ تہ سودو ٿئي سڦرو (۲۰)

’’اے موتی جیسے انسان! اپنے اندر خدا کی محبت کا الاؤ جلالو، اگر آپ نے یہ راہ اختیار کرلیا تو آپ کا لین دین کامیاب ہوجائے گا۔‘‘

آپ اسی مضمون کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:

عاشقن اللہ ويرو تار نہ وسري اَھ کريندي ساھ کڏھن ويندو نکري. (۲۱)

یعنی خدا سے عشق کرنے والے اُسے کبھی نہیں بھلاتے، کبھی عشق ومحبت کی آہ بھرتے ہوئے ان کی روحیں پرواز کر جاتی ہیں۔
اور کتاب وسنت کی بھی یہی تعلیم ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ آمَنُوْ اَشَدُّ حُبًّالِلّٰهِ .(۲۲)

''اور جو لوگ مؤمن ہیں وہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ ہی سے محبت کرتے ہیں۔''

ایک اور آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ. (۲۳)

''اے رسول ﷺ! مسلمانوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تمہیں اپنے باپ دادا، اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور رشتے دار اور وہ تجارت جس کے مندا پڑے جانے سے تم بہت ڈرتے ہو، اور وہ مکانات جنہیں تم بہت عزیز رکھتے ہو، اگر ان میں سے کوئی چیز بھی تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ پیاری ہے تو پھر انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ صادر ہو جائے اور یاد رکھو کہ اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔''

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَن اَحبَّ لِلّٰهِ وَابغَضَ لِلّٰهِ وَ اَعطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ استكمَلَ الايمَانَ. (۲۴)

''جس شخص کا یہ حال ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کیلئے محبت کرے اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے بغض رکھے اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے دے اور کسی کو کچھ دینے سے اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہاتھ روکے تو اس نے اپنے ایمان کو کامل کر لیا۔''

رسولِ کریم ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِجعَل حُبَّکَ أَحَبُّ اِلَيَّ مِن نَفسِي وَاَهلِي وَمِن المَاءِ البَارِد۔(۲۵)

''اے اللہ تعالیٰ مجھے ایسا کر دے کہ مجھے تیری محبت اپنی ذات، اور اپنے اہل وعیال سے اور پیاس کے وقت ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب ہو۔''

صوفیاءِ حضرات اسی محبت کو اپنے دل میں اور اپنے مریدین کے دل میں پیدا کرنے کیلئے مجاہدت وریاضات کرتے اور کرواتے ہیں.

## ۲۔ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت

مسلمان صوفیاءِ حضرات کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور آپ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کئے بغیر معرفتِ خداوندی اور نجات کا حصول ناممکن ہے، چنانچہ امام ربانی شیخ احمد سرہندی ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

''اس نعمتِ عظمیٰ یعنی معرفت خداوندی تک پہنچنا سیدالاولین والآخرین کی اتباع سے وابستہ ہے، آپ ﷺ کی اتباع کیئے بغیر فلاح ونجات ناممکن ہے۔''

محال است سعدی کہ راہ صفا توان رفت جز در پئے مصطفیٰ (۲۶)

''اے سعدی! یہ ناممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی کئے بغیر خدائی معرفت اور تصفیہ قلب حاصل ہو سکے۔''

یہی بات قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اس طرح ارشاد فرماتے ہیں:

**قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللهُ.** (۲۷)

''اے پیغمبر ﷺ! آپ ان کو بتا دیجیے کہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، نتیجے میں اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریں گے۔''

اس لئے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت خود خدا کی اطاعت ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

**مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ ج** . (۲۸)

''جس شخص نے خدا کے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔''

کیونکہ رسول اکرم ﷺ جو کچھ بولتے ہیں وہ وحی الٰہی ہوتا ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے:

**وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى.** (۲۹)

''رسول اللہ ﷺ! اپنی خواہشات سے نہیں بولتے، وہ (جو کچھ تمہیں دین کے بارے میں دے رہے ہیں) وہ وحی الٰہی ہے جو اس کی طرف بھیجی جاتی ہے۔''

اس لئے ایک اور آیت میں ارشاد فرمایا:

**وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا.** (۳۰)

''جو کچھ رسول اللہ ﷺ تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے روکیں رک جاؤ۔''

رسول کریم ﷺ کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہر چیز سے زیادہ محبت نہ کرے اور اپنی ساری خواہشات رسول ﷺ کے فرمان کے تابع نہ بنادے چنانچہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

**لایؤ من احدکم حتیٰ اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین.** (۳۱)

''آپ میں سے کوئی بھی شخص اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک وہ مجھے اپنے والدین، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ مجھے محبوب نہ رکھے۔''

اسی مفہوم کو مزید یوں بیان فرمایا:

لَایُؤمِنُ أَحَدُکم حتیٰ یکون هواه تبعًالما جئت به . (۳۲)

''تم میں سے کوئی بھی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک اس کی خواہشات میرے لائے ہوئے طریقے کے مطابق نہ ہوں۔''

## ۳۔تزکیۂ نفس

صوفیاءحضرات جتنے مجاہدات وریاضات اورعبادات کرتے ہیں یاان کا اپنے معتقدین کودرس دیتے ہیں ان کا اصل مقصد نفس کا تزکیہ اورتطہیر ہے۔ چنانچہ سندھ کے سداحیات اورآفاقی شاعر،شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ فرماتے ہیں:

آکر پڑھ الف جو پیا ورق سپ وسار     اندر تون اجار پنا پڑھندین کیترا (۳۳)

''اے دوست! چاہے ایک حرف ''الف'' ہی پڑھ لولیکن اپنے اندرکو پاک صاف کرلو،اگر اندر کا تزکیہ وتطہیرنہیں کرتے تو زیادہ کتابیں پڑھنے اورورق گردانی کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔''

اب ہم دیکھتے ہیں کہ کتاب وسنت تزکیہ کے حوالے سے کیا کہتے ہیں۔

## قرآن مجیداورتزکیہ نفس

اللہ تعالیٰ نےقرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک دعا ذکر کی ہے:

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ.(۳۴)

''اے ہمارے پروردگار!میری اولادمیں ان میں سے ہی ایک رسول بھیج ،جوانہیں تیری آیات پڑھ کرسنائے اورانہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دےاوران کےاندرکا تزکیہ کرے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے ظاہر ہے کے کسی نبی کی بعثت ،تلاوت آیات ،اورتعلیم کتاب وحکمت کا اصل مقصد لوگوں کے اندرکا تزکیہ ہے۔

نبی کریم ﷺ کی بعثت کے مقاصد بتاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

هُوَ الَّذِىۡ بَعَثَ فِى الۡاُمِّيّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ ق وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ.(۳۵)

''اللہ تعالیٰ وہ ہےجس نے ناخواندہ لوگوں میں ان میں سے ہی ایک رسول بھیجا،جوانہیں خدائی آیات پڑھ کرسناتاہےاوران کا تزکیہ کرتاہےاورانہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتاہےاگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔''

اس آیت سے ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ آپ لوگوں کوخدائی آیات سنائیں،ان کا تزکیہ کریں اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیں۔لیکن غورکیا جائے تو واضح ہوگا کہ نبی پاک ﷺ کی بعثت کا اصل مقصد تزکیہ ہی تھا کیونکہ تلاوتِ

آیات وتعلیم کتاب وحکمت کا اصل مقصد تو تزکیہ ہی ہے، کیونکہ اگر تعلیم سے تزکیہ قلب وتطہیر نفس حاصل نہ ہو تو تعلیم وتعلم، درس و تدریس سب فضول ہے۔جیسا کہ بھٹائی صاحب کے مذکورہ بالا شعر سے واضح ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری ہے:

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰهَاO وَ قَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰهَا (۳۶)

''بیشک وہ شخص کامیاب ہوگیا جس نے اپنے نفس کو پاک کیا اور وہ ناکام ونامراد ہوگیا جس نے اپنے نفس کو آلود کردیا۔''

تصوف جن رذائلِ اخلاق سے اپنے اندر کو پاک کرنے کی تعلیم دیتا ہے وہ یہ ہیں: بدنیتی، ناشکری، جھوٹ، وعدہ خلافی، خیانت، بد دیانتی، غیبت وچغلی، بہتان، بدگوئی وبدگمانی، خوشامد وچاپلوسی، بخل وحرص، ظلم، فخر، ریا ونمود وحرام خوری وغیرہ۔اور جن چیزوں سے اپنے اندر کو سنوارنے کی تعلیم دیتا ہے وہ یہ ہیں: اخلاصِ نیت، ورع وتقویٰ، دیانت وامانت، عفت وعصمت، رحم وکرم، عدل وانصاف، عفو ودرگذر، حلم وبردباری، تواضع وخاکساری، سخاوت وایثار، خوش کلامی وخودداری، استقامت واستغناء وغیرہ جیسا کہ ابوالقاسم قشیری کی کتاب ''رسالہ قشیریہ'' اور علی ہجویری کی تصنیف ''کشف المحجوب'' اور ابو نصر السرّاج کی کتاب ''کتاب اللمع '' اور شاہ عبداللطیف بھٹائی کی کتاب ''شاہ جو رسالو'' سے ظاہر ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ کتاب وسنت کا بیشتر حصہ ان ہی رذائلِ اخلاق سے بچنے اور فضائلِ اخلاق سے اپنے آپ کو مزین کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔فضائل اخلاق ورذائل اخلاق پر سید سلیمان ندوی نے سیرت النبی کی چھٹی جلد لکھی ہے جو ۴۱۳ صفحات پر مشتمل ہے جس میں انہوں نے سینکڑوں آیات واحادیث ذکر کی ہیں۔ بلکہ اگر صرف ارکانِ اربعہ (چار اہم عبادات، نماز، روزہ، حج، زکواۃ) پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ کتاب وسنت نے ان عبادات کا مقصد تزکیۂ نفس وتطہیرِ قلب ہی بتایا ہے۔

نماز کے بارے میں قرآن مجید فرماتا ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنۡهٰى عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡكَرِ ؕ (۳۷)

''بیشک نماز بے حیائی اور برے اعمال سے روکتی ہے۔''

روزہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ. (۳۸)

''(تم پر روزے اس لئے فرض کئے گئے ہیں) تاکہ تمہارے اندر تقویٰ وپرہیزگاری پیدا ہو۔''

رسول کریم ﷺ نے روزے کے حوالے سے فرمایا:

مَنۡ لَمۡ يَدَعۡ قَوۡلَ الزُّوۡرِ وَالۡعَمَلِ بِهٖ فَلَيۡسَ لِلّٰهِ حَاجَةً بِاَنۡ يَدَعَ طعامَهٗ وَشَرَابَهٗ. (۳۹)

''جس نے برے قول اور برے عمل کو نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔''

زکواۃ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيۡهِمۡ بِهَا. (۴۰)

''ان کے اموال سے صدقہ (زکواۃ) وصول کریں جس کے ذریعے ان کے اندر کی تطہیر اور تزکیہ کریں۔''

رسول کریم ﷺ نے زکواۃ وصدقات کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا:

**وَاتَّقُوا الشُّح فَاِنَّ الشَّحَّ اَهْلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ، حَمَلَهُمْ عَلیٰ اِنْ سَفَکُوْا دِمَاءُ هُمْ وَاسْتَحَلُوْا مَحَارِمَهُمْ.** (۴۱)

''(زکواۃ وصدقات دیتے ہوئے) نفس کی کنجوسی وبخل سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ بخل وکنجوسی (نفس کا ایسا رذیل خلق ہے جس) نے تم سے پہلوں کو ہلاک کرڈالا کہ انہوں نے خونریزیاں کیں اور حرام چیزوں کو حلال گردانا۔''

اس سے صاف ظاہر ہے زکاۃ، صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کا اصل مقصد انسان کے اندر کا تزکیہ ہے۔

حج کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

**فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ط.** (۴۲)

''جو شخص حج کے مہینوں میں حج کی نیت کرے اسے چاہیے کہ وہ عورتوں سے چھیڑ چھاڑ کرنے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے اور لڑائی جھگڑے کرنے سے اپنے آپ کو بچائے۔''

رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

**مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسِقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ.** (۴۳)

''جس نے خدا کی رضا کیلئے حج کیا اور اس میں اپنے آپ کو گناہ اور نافرمانی سے بچایا وہ گناہوں سے ایسے پاک صاف ہو کر لوٹا جیسے گویا اس کی ماں نے آج اسے جنم دیا ہے۔''

اس سے صاف ظاہر ہوا کے ارکانِ اربعہ کا اصل مقصد تزکیہ وتطہیرِ قلب ہی ہے، جس کا صوفیاء درس دیتے ہیں۔

## ۴۔ برداشت اور رواداری

صوفیائے کرام کا یہ شیوہ رہا ہے کے وہ اپنے پرائے، مسلم وغیر مسلم، نیک وبد، موافق ومخالف سب کے ساتھ برداشت، رواداری اور حسن سلوک کا رویہ رکھتے ہیں اور اپنے معتقدین کو بھی اسی چیز کا درس دیتے ہیں چنانچہ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے بارے میں منقول ہے کہ ''انہیں کچھ لوگوں نے بتایا کہ فلاں شخص آپ کی عیب گوئی کررہا ہے، تو آپ نے بجائے اس پر غصہ کرنے یا انتقام لینے کے بطور تحفہ اس کو تازہ کھجوریں بھیج دیں۔ (۴۴)

بندہ عشق از خدا گیرد طریق　　　　می شود بر کافر و مؤمن شفیق (۴۵)

''عشقِ الٰہی میں سرشار بندۂ مومن اللہ تعالیٰ ہی کے راستے پر چلتا ہے نیز وہ (برداشت اور رواداری سے کام لیتے ہوئے) مؤمن و کافر سب پر مہربان ہوتا ہے۔''

ما قصہء سکندر ودارا نہ خواندہ ایم　　　　از ما بجز حکایتِ مہر ووفا مپرس

''ہم نے سکندر ودارا کے قصے نہیں پڑھے، ہم سے محبت اور وفاداری کے سوا اور کوئی بات مت پوچھ۔''

اس سلسلے میں شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ فرماتے ہیں:

هوچوڻي تون م چئو واتان ورائي    اڳ اڳرائي جوڪري خطا سو ڪائي

پاند ۾ پائي ويو ڪيني وارو ڪين ڪي. (۴۶)

''اے دوست! اگر کوئی تمہیں برا بھلا کہے تو پلٹ کر اسے جواب نہ دو (بلکہ برداشت سے کام لو) ایسی باتوں میں جو پہل کرتا ہے وہی خطا کار ہوتا ہے، حسد اور کینہ اندر میں رکھنے والا کچھ حاصل نہیں کر پاتا۔''

شاہ صاحب کا یہ شعر صوفیانہ فلسفے اور رواداری کی کتنی بہترین عکاسی کرتا ہے، اسی کو تو برداشت اور رواداری کہا جاتا ہے کہ دوسروں کی اشتعال دلانے والی باتوں کو برداشت کیا جائے اور بجائے انتقام لینے کے عفوودرگذر سے کام لیا جائے۔

اسی برداشت ورواداری کے بارے میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاس ط وَاللهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ. (۴۷)

''اور (جنت ایسے لوگوں کے لئے تیار ہے) جو غصے کو دباتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں (اور لوگوں کے ساتھ احسان کا برتاؤ کرتے ہیں) اور خدا احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

اللہ تعالی نے اپنے رسول ﷺ کو مذہبی رواداری کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ ہٹ دھرم کفار سے فرمادیں:

لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْن .(۴۸)

''تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین ہے۔''

کسی کے باطل مذہبی رہنما یا باطل خدا کو بھی برا بھلا کہنے سے روکتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلاَ تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ فَيَسُبُّوا اللهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ط (۴۹)

''تم ان کو برا بھلامت کہو، جن کو لوگ پوجتے ہیں خدا کو چھوڑ کر، ورنہ وہ دشمنی اور نادانی کی بنا پر اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہنا شروع کریں گے۔''

مذہبی مخالفت کی بناء پر کسی سے بے انصافی کرنے سے روکتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلاَ يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰى اَلاَّ تَعْدِلُوْا ط اِعْدِلُوْا قف هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى '(۵۰)

''کسی قوم کی عداوت تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ان کے ساتھ بے انصافی کرو، تم انصاف کرو، انصاف تقویٰ کے قریب ہے۔''

جو لوگ نبی کریم ﷺ کے خلاف سازشیں کرتے تھے اور جاہلانہ رویے سے پیش آتے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان کے ساتھ نرمی کرنے، درگذر کرنے، رواداری اور برداشت سے پیش آنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ. (۵۱)

''عفوودرگذر سے کام لو، اچھائی کا کہتے رہو اوران کی جاہلانہ باتوں سے روگردانی کرتے رہو۔''

رحمت دوعالم ﷺ نے برداشت اور رواداری کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

**لَا تَکُونُوا اِمَّعَةً، تَقُولُونَ: اِنْ أَحسَنَ النَّاسُ أَحسَنّا، وَاِنْ ظَلَمُوا ظَلَمْنَا، وَلٰکِنْ وطِّنُوا أَنْفُسَکُم اِن أَحسَنَ النَّاسُ أَنْ تُحسِنُوا وَاِن أَسَاءُ وا فَلَا تَظْلِمُوا.(۵۲)**

انتقام اور بدلہ لینے والا ذہن مت رکھو کہ یوں کہو: اگر لوگ ہمارے ساتھ اچھائی کریں گے تو ہم بھی ان کے ساتھ اچھائی کریں گے لیکن اگر وہ ہم پر ظلم کریں گے تو ہم بھی ان پر ظلم کریں گے، بلکہ یہ ذہن بناؤ کہ اگر لوگ تمہارے ساتھ اچھائی کریں تو تم ان کے ساتھ اچھائی کریں لیکن اگر وہ تمھارے ساتھ برائی کریں تو تم ان کے ساتھ ظلم مت کرنا (بلکہ عدل وانصاف سے کام لیں)۔

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان لوگوں کا یہ نعرہ کتنا ناپسندیدہ اور بدبودار ہے جو کہتے ہیں:

محبت کروگے تو محبت کریں گے　　　نفرت کروگے تو نفرت کریں گے

ہم بھی تم جیسے انسان ہیں　　　جو تم کروگے وہ ہم کریں گے

کتاب وسنت اور صوفیاء کی تعلیم اس کے بالکل برخلاف ہے۔ رسول کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ پر اہل مکہ کے مظالم اور ستم رسانیاں سب کو معلوم ہیں لیکن فتحِ مکہ کے موقع پر ان کفار ومشرکین پر قابو پانے کے بعد رسول کریم ﷺ نے جس عملی بردباری اور رواداری کا ثبوت دیا انسانی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی، چنانچہ رسول کریم ﷺ نے بیت اللہ کے سامنے کھڑے ہوکر عام معافی کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

**اَقُولُ کَمَا قَالَ یُوسُفُ: لَا تَثرِیبَ عَلَیکُم الیَومَ، یَغفِرُ اللهُ لَکُمْ وَهوَ ارحمُ الرّٰحِمِینَ.** (۵۳)

''میں تمہیں وہی بات کہتا ہوں جو یوسف (علیہ السلام) نے (اپنے ظلم کرنے والے) بھائیوں کو کہی تھی: (اے مکہ والو!) اللہ تمہیں معاف فرمائے۔ اور وہ تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔''

اس سے صاف ظاہر ہے کہ صوفیاء کا تحمل اور رواداری کو اپنانا یا اس کی تعلیم دینا سراسر قرآن وسنت سے ماخوذ ہے۔

## ۵۔خدمتِ خلق

اس وقت دنیا میں Give and take ''لو اور دو'' کا اصول عوام الناس کی فطرت کا لازمی حصہ بن چکا ہے کوئی شخص کسی کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے پہلے یہ سوچتا ہے کہ اسے بدلے میں کیا ملے گا، جب تک یہ امید نہ ہو، اس وقت تک کوئی قدم نیکی کی طرف نہیں اٹھتا اور نہ کسی اور کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے۔

خودغرضی اور نفس پرستی کے اس جذبے کے برعکس صوفیاء کرام عوام الناس میں یہ روح پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ ذاتی مفاد سے بالاتر ہوکر انسانیت کو فائدہ پہنچایا جائے۔ صوفیاء کے ہاں خلقِ خدا کی بے لوث خدمت سے بڑھ کر کوئی نیکی کا عمل نہیں۔

چنانچہ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں:

دل بدست آور کہ حج اکبر است　　　از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

''لوگوں کو فائدہ پہنچا کران کا دل خوش کرو کہ یہ حجِ اکبری ہے، ہزاروں کعبہ سے ایک دل بہتر ہے۔''

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست        بتسبیح وسجادہ ودلق نیست (۵۴)

''طریقت خدمتِ خلق کے علاوہ اور کسی چیز کا نام نہیں، تسبیح وجائے نماز اور گدڑی کا نام نہیں۔''

سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں:

''قیامت کے بازار میں کوئی اسباب اس قدر قیمتی نہ ہوگا جس قدر دلوں کو راحت پہنچانا۔''(۵۵)

اوران حضرات کے ہاں خلق آزاری سے بڑھ کر کوئی جرم کا عمل نہیں، چنانچہ حافظ شیرازی فرماتے ہیں:

مباش درپئے آزار وہرچہ خواہی کن        کہ درطریقتِ ما بیش ازیں گناہے نیست۔(۵۶)

''خدا کی خلق کی اذیت کے درپے مت پڑو، باقی جو چاہو کرو، کیونکہ ہم صوفیاء کے طریقے میں خلق آزاری سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں۔''

اصل بات یہ ہے کہ صوفیاء خلقِ خدا کو خدا کا کنبہ سمجھتے ہیں، اس لیے خلقِ خدا کی خدمت کو خدا کی رضا اور خلق خدا کی روح گردانی کو خدا کی ناراضگی کے برابر سمجھتے ہیں۔ مولانا حالی کہتے ہیں:

یہ پہلا سبق تھا کتابِ ہدیٰ کا        کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا۔ (۵۷)

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ صوفیاء حضرات انسانیت سے کتنی محبت کرتے ہیں اوران کی راحت رسانی کی کتنی فکر کرتے ہیں اوران کے ہاں خلق آزاری کتنا بڑا جرم ہے! اب ہم کتاب وسنت کی روشنی میں خدمتِ خلق کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہیں، قرآن مجید نے مؤمنین کی خصوصی صفات بیان کی ہیں:

**وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ.** (۵۸)

''وہ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگر چہ وہ خود حاجتمند ہوتے ہیں۔''

دوسری جگہ پر ارشاد باری ہے:

**وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا.** (۵۹)

''وہ خدا کی محبت کی خاطر مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور کہتے ہیں) ہم تو تم کو بس اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کھانا کھلاتے ہیں۔ اور نہ تم سے اس کا عوض چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔''

مطلب یہ ہے کہ صوفیائے کرام مؤمنین کے ساتھ بھلائی کرتے وقت یہ نہیں دیکھتے کہ انہیں خدمت کے بدلے میں کیا ملے گا، وہ تو صرف خدا کی رضا کی خاطر خدا کی مخلوق کی خدمت کرتے ہیں۔

رسول کریم ﷺ نے خلق خدا کی خدمت پر ابھارنے کے لئے مختلف طریقوں سے ترغیب دی ہے، ایک موقع پر فرمایا:

**الساعی علی الارملة والمسكين كالساعی فی سبيل الله ، احسبه قال: كالقائم لايفتر وكالصائم لايفطر.** (۶۰)

''بیواؤں اور یتیموں کی مدد کرنے والا (خدا کے ہاں) ایسا ہے جیسے مجاھد فی سبیل للہ اور (راوی کہتے ہیں:) آپ نے یہ بھی فرمایا: کہ اس کو وہ اجر ملے گا جو ساری رات جاگ کر عبادت کرتا ہو اور جو ہمیشہ روزے رکھتا ہو۔''

ایک اور موقعہ پر رسول کریم ﷺ نے خدمتِ خلق کی اہمیت کے بارے میں فرمایا:

**تریٰ المؤمنین فی تراحمھم وتوادھم وتعاطفھم کمثل الجسد، اذا اشتکیٰ عضو تدعیٰ له سائر الجسد بالسھر والحمیٰ .(۶۱)**

''ایک دوسرے کے ساتھ رحم، محبت اور نرمی کرنے کے لحاظ سے تم دیکھو گے کہ مؤمن ایک جسم کی طرح ہیں، جسم کا کوئی ایک عضو جب تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو سارا جسم بے خوابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔''

ایک اور روایت میں فرمایا:

**لَایُؤْمِنُ عَبدٌ حتیٰ یُحِبَّ لاِ خِیهِ مَا یُحِبُّ لِنَفسِهٖ .(۶۲)**

''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! کوئی بندہ اس وقت تک کامل مؤمن ہو ہی نہیں سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہ چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔''

ظاہر ہے کہ ہر کوئی اپنے ساتھ اچھائی اور نیکی چاہتا ہے اور اپنے ساتھ کبھی بھی برائی یا بدسلوکی پسند نہیں کرتا اسی طرح ایک مؤمن سب کی بھلائی چاہتا ہے اور کسی کی برائی نہیں چاہتا۔

صوفیاء کے ہاں بہت سے روحانی، تربیتی اور اخلاقی امور ہیں جو تزکیہ نفس کرتے ہیں اور اُن کے قلوب واذہاں میں اعلی اخلاق کو راسخ کرتے ہیں، اُن اُمور میں سے درج ذیل نکات کا انتخاب کیا گیا: اللہ تعالیٰ کی محبت، رسول اللہ ﷺ کی اطاعت، تزکیہ نفس، برداشت اور رواداری، خدمتِ خلق۔ پھر ہم نے کتاب وسنت کی روشنی میں ان کا تجزیہ پیش کیا جس سے واضح ہوتا ہے کہ تصوف کا کتاب وسنت سے گہرا تعلق ہے، علاوہ ازیں ہم نے صوفیائے کرام کے اقوال بھی پیش کئے ہیں جن میں اس بات کی واضح صراحت موجود ہے کہ تصوف کا بنیادی ماخذ کتاب وسنت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

## خلاصہ / نتائج

تصوف عشق اور محبتِ خداوندی کا درس دیتا ہے نیز اتباع رسول ﷺ کی ترغیب دیتا ہے۔

۵۔ تصوف اطاعتِ رسول ﷺ پر ابھارتا ہے اور تصوف کی نظر میں اطاعتِ رسول کے بغیر خدا کی رضا کا حصول ناممکن ہے۔

۶۔ تصوف اپنے آپ کو فضائلِ اخلاق سے مزین کرنے اور رذائلِ اخلاق سے پاک کرنے کا درس دیتا ہے۔

۷۔ تصوف خلقِ خدا کی محبت اور اس کی خدمت کی تلقین کرتا ہے اور مخلوق کی کمی کوتاہیوں کو درگذر کرنے اور ان سے حسنِ خلق رکھنے کا سبق دیتا ہے اور صوفیاء کی نظر میں خلق آزاری سے بڑا کوئی گناہ نہیں۔

۸۔ تصوف دوست اور دشمن اپنے اور پرائے کے فرق کے بغیر سب کے ساتھ رواداری اور برداشت کا درس دیتا ہے۔

# حوالہ جات


(۱) ہجویری، سید علی بن عثمان، (۲۰۰۵ء)۔ کشف المحجوب، اردو ترجمہ عبدالرحمٰن طارق، لاہور، ادارہ اسلامیات، ص: ۴۱۶

(۲) چشتی، پروفیسر یوسف سلیم، (۲۰۰۹ء)۔ تاریخ تصوف، لاہور، دارالکتاب، ص: ۱۱۵

(۳) القُشیری، ابوالقاسم عبد الکریم بن ہوازن، (۱۴۰۹ھ). الرسالة القشیریة، القاهرة، مطابع مؤسسة دار الشعب، ص: ۴۶۴

(۴) سورۃ جمعہ ۲

(۵) البخاری، ابو عبد الله، محمد بن اسمٰعیل، (۱۹۹۹ء). صحیح البخاری، الریاض، دار السلام للنشر والتوزیع، ص: ۱۲

(۶) بھٹو، حافظ محمد موسیٰ، (س-ن)۔ تصوف و اہلِ تصوف، حیدر آباد، سندھ نیشنل اکیڈمی ٹرسٹ، ص: ۱۱۵

(۷) القُشیری، ابوالقاسم عبد الکریم بن ہوازن، الرسالة القشیریة، ص: ۱۵۱

(۸) السُّلمی، ابو عبد الرحمن محمد بن الحسین، (۱۴۱۹ھ). طبقات الصوفیة، تحقیق الدکتور احمد الشرباصی، القاهرة، مؤسسة الشعب، ص: ۶۸

(۹) ایضاً، ص: ۱۶۸

(۱۰) جیلانی، شیخ عبد القادر الحسنی الحسینی، (۱۹۷۹م). الفتح الربانی و الفیض الرحمانی، بیروت دار المعرفة للطباعة و النشر، ص: ۱۲۳

(۱۱) السُّلمی، ابو عبد الرحمن محمد بن الحسین، (۱۴۱۹ھ). المقدمة فی التصوف، تحقیق الدکتور یوسف زیدان، بیروت، دار الجیل، ص: ۴۷

(۱۲) السُّلمی، ابو عبد الرحمن، طبقات الصوفیة، ص: ۵۰

(۱۳) ایضاً، ص: ۹۹

(۱۴) ایضاً، ص: ۲۰

(۱۵) غزالی، ابو حامد محمد، (دون سنة الطبع). تحقیق الدکتور عبد الحلیم محمود، المنقذ من الضلال، القاهرة، دار المعارف، ص: ۳۷۸

(۱۶) مرزا قلیچ بیگ، (۱۹۲۷ء)۔ مقالات الاولیاء، شکارپور، سندھ پرنٹنگ، پریس، ص: ۱۵

(۱۷) محمد زکریا، مولانا، (۱۹۷۹ء)۔ شریعت و طریقت کا تلازم، کراچی، مکتبہ الشیخ، ص: ۱۰۲

(۱۸) ہجویری، سید علی بن عثمان، (۲۰۰۵ء)۔ کشف المحجوب، اردو ترجمہ عبدالرحمٰن طارق، لاہور، ادارہ اسلامیات، ص: ۷۶

(۱۹) سرہندی، شیخ احمد فاروقی، امام، (۲۰۰۶ء)۔ مکتوبات امام ربانی، کراچی دارالاشاعت، مکتوب ۳۵، ج:۱، ص: ۱۹۱

(۲۰) بھٹائی، شاہ عبداللطیف، (۱۹۹۷ء)۔ شاہ جو رسالو، مرتب کلیان آدوانی، روشنی پبلیکیشن کنڈیارو، داستان:۱، ص: ۱۱۴

(۲۱) ایضاً، داستان:۷، ص: ۹۴

(۲۲) البقرہ، ۱۶۵

(۲۳) التوبہ، ۲۴

(۲۴) السجستانی، ابو داؤد سلیمان بن اشعث، (س.ن)سنن ابی داؤد ، بیروت ، دار الکتب العربیۃ، باب، دلیل زیادۃ الایمان م ج:۴، ص: ۳۵۳

(۲۵) ایضاً، ص:۲۲۰

(۲۶) سرہندی، شیخ احمد فاروقی، امام، مکتوبات، مکتوب نمبر:۸۷، ج: ۱، ص:۲۷۹

(۲۷) آل عمران، ۳۱

(۲۸) النساء، ۸۰

(۲۹) النجم، ۳،۴

(۳۰) النساء، ۸۰

(۳۱) صحیح بخاری ، کتاب الایمان، ص:۶، حدیث: ۱۵، القشیری، ابو الحسین ،مسلم بن حجاج ، (۲۰۰۰ء) صحیح مسلم، الریاض ،دارالسلام للنشروالتوزیع، ص: ۴۱، حدیث: ۱۶۹

(۳۲) الحنبلی ، ابو الفرج عبد الرحمن بن احمد بن رجب ،(۱۴۰۸ھ)جامع العلوم و الحکم، بیروت، دار المعرفۃ، باب الاول الکتاب، ج: ۱ ،ص: ۳۸۶

(۳۳) بھٹائی، شاہ عبداللطیف، شاہ جو رسالو، ص:۹۰

(۳۴) البقرہ، ۱۲۹

(۳۵) الجمعہ، ۲

(۳۶) الشّمس، ۹،۱۰

(۳۷) العنکبوت، ۴۵

(۳۸) البقرہ، ۱۸۳

(۳۹) الترمذی ،محمد بن عیسی، (۱۹۹۹م).الجامع الصحیح سنن ترمذی، الریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، حدیث ۷۰۷

(۴۰) التوبہ، ۱۰۳

(۴۱)البھقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی، (۱۳۴۴ھ)السنن الکبری وفی ذیلہ الجواھر النقی، حید آباد الھند، مجلس دائرہ المعارف النظامیۃ، ج: ٦، ص: ۹۳

(۴۲) البقرہ، ۱۹۷

(۴۳) بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل،(بدون سنۃ الطبع) صحیح بخاری، کتا ب الحج،حدیث: ۱۵۲۱، صحیح مسلم،کتاب الحج، حدیث: ۳۲۹۱

(۴۴) عطار،شیخ فریدالدین،(س-ن)-تذکرۃ الاولیاء،لاہور،مشتاق بک کارنر،ص:۲٦

(۴۵) چشتی، پروفیسر یوسف سلیم،تاریخ تصوف،ص:۳۲

(۴٦) بھٹائی،شاہ عبداللطیف،شاہ جورسالو،داستان:۸،ص: ۹۸

(۴۷) آل عمران، ۱۲۴

(۴۸) الکافرون، ٦

(۴۹) الانعام،۱۰۸

(۵۰) المائدہ، ۸

(۵۱) الاعراف، ۹۹

(۵۲) الترمذی، محمد بن عیسی بن سَورۃ، (۱۳۹۵ھ)سنن ترمذی ،مصر ،مکتبہ مصطفی البابی الحلبی، ج: ۴،ص: ۳٦۴

(۵۳) البیھقی، أبو بکر احمد بن الحسین،(بدون سنۃ الطبع).السنن الکبری وفی ذیلہ الجواھر النقیۃ حیدر آباد،الھند، مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ، ج: ۹، ص: ۱۱۸

(۵۴) چشتی، پروفیسر یوسف سلیم،تاریخِ تصوف،ص: ۱۴۴

(۵۵) ایضاً،ص: ۱۴۵

(۵٦) ایضاً،ص: ۳۳

(۵۷) ایضاً،ص: ۳۲

(۵۸) الحشر، ۹

(۵۹) الدھر،۸،۹

(٦۰) بخاری ،ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، (۱۴۲۲ھ)الجامع الصحیح للبخاری،دار طوق النجاۃ، باب رحمۃ الناس و البھائم ،ج:۸، ص: ۱۰

(٦۱) ایضاً،ص: ۴۲۲

(۶۲) بخاری ،ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، ص۵، حدیث: ۱۳

## مصادرومراجع


(۱) القرآن

(۲) البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، (۱۹۹۹ء).الجامع الصحیح للبخاری، الریاض للنشر التوزیع.

(۳) بھٹائی،شاہ عبداللطیف،(۱۹۹۷ء)۔شاہ جورسالو،کلیان آدوانی،کنڈیا،روشنی پبلیکیشن

(۴) بھٹو،حافظ محمد موسیٰ،(س۔ن)۔تصوف واہلِ تصوف،حیدرآباد،سندھ نیشنل اکیڈمی ٹرسٹ

(۵) البیہقی، أبو بکر احمد بن الحسین،(بدون سنة الطبع ).السنن الکبری وفی ذیلہ الجواھر النقیة، حیدر آباد، الھند، مجلس دائرة المعارف النظامیہ

(۵) الترمذی ،محمد بن عیسی ابو عیسی، السلمی، ( ۱۹۹۹ء ).الجامع الصحیح سنن ترمذی، الریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع

(۶) چشتی،یوسف سلیم،پروفیسر،(۲۰۰۹ء)۔تاریخ تصوف،لاہور،دارالکتاب

(۷) الحنبلی، ابو الفرج عبد الرحمن بن احمد بن رجب(۱۴۰۸ھ)جامع العلوم و الحکم ، بیروت ، دارالمعرفة

(۸) محمد زکریا،مولانا،(۱۹۹۳ء)۔شریعت وطریقت کا تلازم،کراچی،مکتبہ الشیخ

(۹) السجستانی، ابوداؤد سلیمان بن اشعث (بدون سنة الطبع). سنن ابی داؤد، بیروت دار الکتب العربیة

(۹) عطار،شیخ فریدالدین،(س۔ن)۔تذکرۃ الاولیاء،لاہور،مشتاق بک کارنر

(۱۰) القُشیری، ابوالقاسم عبد الکریم بن ھوازن،(۱۴۰۹ھ). الرسالة القشیریة،القاھرة، مطابع مؤسسة دار الشعب

(۱۱) مجددالف ثانی،شیخ احمد سرہندی،(۲۰۰۶ء)۔مکتوبات امام ربانی،کراچی دارالاشاعت

(۱۲) مرزا قلیچ بیگ،(۱۹۲۷ء)۔مقالات الاولیاء، شکار پور،سندھ پرنٹنگ پریس

(۱۳) ہجویری،سیدعلی بن عثمان،(۲۰۰۵ء)۔کشف المحجوب،اردوترجمہ عبدالرحمن طارق،لاہور،ادارہ اسلامیات

# کاروکاری ایک رسم اور شریعت اسلامیہ

☆ پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم رانا
☆☆ شازیہ ناصر

**Abstract:**

The tradition of karo kari (a premeditated honour killing, which originated in rural and tribal areas of Sindh) prevails in the northern and the western areas of our country. The evil tradition is practised in some parts of Sindh, Baluchistan, Khyber Pakhtunkhwa (KPK) and Punjab. After a thorough observation, it has been learnt that the tradition - apart from Pakistan - exists in many other parts of the world.

The studyhas cited various traditions and religious decrees (fatawa) by eminent Muslim dignitaries on the prohibition of the practice. The research, in addition, focuses on the root causes of the tradition and offers suggestions on how to deal with the problem in the light of Shariah and the law of Pakistan.

**Keywords:**Karo kari, honour killing, Muslim dignitaries, Shariah۔

کاروکاری عصر حاضر کا ایک افسوسناک معاشرتی مسئلہ اورالمیہ ہے، یہ اُس ظالمانہ نظام کا نام ہے جوانصاف کے نام پر انصاف کا خون کرتا ہے، نام نہاد غیرت کتنے ہی بے گناہوں کی جان لے چکی ہے اور لے رہی ہے، اس آرٹیکل میں اس بات کا جائزہ لیا جائے گا کہ یہ رسم شریعت اسلامیہ اور پاکستانی قوانین سے متصادم ہے یا نہیں، رسم اور اسلامی تعلیمات کا ایک تقابلی جائزہ لیتے ہوئے نیز مختلف واقعات کو سامنے رکھتے ہوئے ایک تجزیاتی مطالعہ کیا جائے گا اور ایک نتیجے تک پہنچنے کی کوشش کی جائے گی۔

کاروکاری سندھی زبان کا لفظ ہے۔''کارو'' کا مطلب ہے بدکردار مرد اور ''کاری'' کا مطلب ہے بدکردار عورت۔(۱)

رابعہ علی "The Dark Side of Honour" میں کاروکاری کی درج ذیل تعریف بیان کرتی ہیں:

" Refers honour killing in Sindh where the victims are accused of illictit relationship" (۲)

سندھ میں غیرت کے نام پر ہونے والے قتل کے لیے استعمال ہونے والی اصطلاح جس میں ملزم پر ناجائز تعلقات کا الزام لگایا جاتا ہے۔

کاروکاری جیسی رسوم کا آغاز عرب کے قبائلی معاشرے سے ہوا، جو خواتین کو اس وجہ سے قتل کردیتے تھے کہ وہ شادی سے قبل ہی

☆ ڈین فیکلٹی آف اسلامک سٹڈیز اینڈ شریعہ، منہاج یونیورسٹی، لاہور
☆☆ ایم فل سکالر، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

ناجائز تعلقات میں ملوث ہونے کی بنا پر خاندان کی بے عزتی کا باعث بنتی تھیں۔قدیم رومن عہد میں بھی اس طرح کی روایات موجود تھیں کہ کسی کی غیر شادی شدہ بیٹی یا بیوی ناجائز تعلقات میں ملوث پائی جاتی تو اسے قتل کر دینے کا حق حاصل تھا۔(۳)

مصریوں کے ہاں بدکاری کی سزا یہ تھی کہ مرد کولاٹھیوں سے خوب پیٹا جائے اور عورت کی ناک کاٹ دی جائے۔ہندوؤں کے ہاں سزا یہ تھی کہ اس کو کتوں سے پھڑوا دیا جائے اور مرد کی یہ سزا تھی کہ اسے گرم پلنگ پر لٹا کر چاروں طرف سے آگ لگادی جاتی۔قسطنطین نے اس قانون کو بدل کر مرد اور عورت دونوں کیلئے سزائے موت مقرر کی۔(۴)

فرانسیسی مجموعہ تعزیرات 1810ء میں 1975 تک ایسے شوہر جو اپنی ازواج کو کسی غیر کے ساتھ تعلقات میں ملوث پائیں اور قتل کرڈالیں نرم یا کم تر سزا کے مستحق تھے۔(۵)

2005ء میں صرف برلن میں 6 مسلم خواتین کو اس سلسلے میں قتل کیا گیا،ایک جرمن تنظیم کے مطابق 1996ء سے 40 مسلم خواتین ، برطانیہ میں ہر سال درجن بھر سے زائد مسلم خواتین غیرت کے نام پر قتل ہوتی ہیں ۔لبنان فلسطین میں ہر ماہ تقریباً 30 تا 34 خواتین قتل ہوتی ہیں،2006ء صرف بصرہ میں 347 خواتین قتل ہوئیں۔(۶)

Reports submitted to the United Nation Commision on human rights show that honour killing have occured in Bangladesh, Great Britain, Brazil, Ecuador, Egypt, India, Isreal, Itlay, Jordan, Pakistan, Moroco, Turkey and Uganda.(7)

”اقوام متحدہ کو انسانی حقوق کی بابت ملنے والی اطلاعات کے مطابق غیرت کے نام پر ہونے والے قتل کے واقعات بنگلہ دیش، برطانیہ، برازیل، ایکواڈور، مصر، انڈیا، اسرائیل، اٹلی، سوڈان، پاکستان، مراکش، سویڈن، ترکی، اور یوگنڈا میں وقوع پذیر ہوتے ہیں۔“

"Honour Killing in the News" کے مطابق کاروکاری جیسے واقعات یورپ میں مسلمانوں اور سکھوں کے اندر ہوتے ہیں۔(۸)

## اسباب/وجوہات

معاشرہ میں رسمِ کاروکاری کے پھیلاؤ کی سب سے بڑی وجہ نام نہاد غیرت ہے۔رسم کاروکاری کے رائج ہونے میں کم علمی اور بے شعوری کے عنصر کا بھی بہت اہم کردار ہے۔

ملک محمد سلیم ایڈووکیٹ کی رائے یوں ہے:

تعلیم کی کمی، خاص طور پر ہماری عورتوں میں تعلیم سے دوری ایسی رسوم کی وجہ ہیں۔(۹)

ملتان کے D.P.O نے اس بارے میں یوں مشاہدہ کیا ہے:

جرائم کو ختم نہیں کیا جاسکتا ہے، ہمارے ہاں تعلیم کا فقدان ہے،افراد اگر تعلیم یافتہ ہوں گے تو جرائم کی شرح بھی کم ہوگی۔میں نے 1800 مقدمات کا مطالعہ کیا تو ان میں سے 80% افراد کی تعلیم میٹرک سے بھی کم تھی۔دس فیصد افراد ایسے تھے جو ابھی تعلیم حاصل کر رہے تھے،ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے یہاں مذہب کی تعلیم بہت ضروری ہے۔مذہبی اقدار کو سمجھنے، جاننے اور ان پر عمل پیرا ہونے سے جرائم میں کمی ہوسکتی ہے۔(۱۰)

معاشرے میں امن وامان کے قیام کیلئے عدل وانصاف کا نفاذ ضروری ہے،عدل وانصاف کا اہم لازمہ مساوات کا لحاظ ہے مگر بد قسمتی سے عدالتوں کے حالات ناگفتہ بہ ہیں جس کی وجہ سے انصاف کی جلد اور بہتر فراہمی مشکل ہو کر رہ گئی ہے،قانون کا نفاذ اور اس کا احترام نہ ہونے کے سبب لاقانونیت عام ہے،چنانچہ کاروکاری جیسی رسوم کو پنپنے کا موقع مل رہا ہے۔(۱۱)

رسم کارورکاری کے بنیادی اسباب میں سے ایک اہم سبب عورت بھی ہے،بلوچ رسم ورواج کے تحت سیاہ کاری کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اس قبائلی قانون کا بعض بے ضمیر لوگوں نے ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کر دیا ہے اور محض اپنے دشمنوں کو ٹھکانے لگانے یا بیوی سے چھٹکارا پانے کیلئے بے گناہ عورت پر سیاہ کاری کا الزام لگا دیا جاتا ہے۔(۱۲)

رسم کاروکاری کے معاشرے میں پروان چڑھنے کا اور جڑ پکڑنے کا ایک سبب لالچ بھی ہے H.Q شاہ لکھتے ہیں:

Increasingly karo kari murders are also being used for financial gain.(۱۳)

Neshay Najam نے بھی کاروکاری کے اسباب میں ایک سبب لالچ بیان کیا ہے:

The lust for money appears to have motivated many men to accuse thier mothers, wives, or female relatives of dishonourng thier famlies and killing them in order to extract a compansation from the alleged karo who escape the killing. A man in village Gujrani killed his 85 years old mother as kari in 1992 and obtained Rs 25000. from the man he declared the karo. The desire to obtain land may also lie behind some fake honor."(۱۴)

قبائلی معاشرے میں بھی لوگوں کو سیاسی مسائل کا سامنا ہے۔ان کے درمیان بھی خاندانی رقابتیں موجود ہیں۔قبائل بعض لوگوں کا طریقہ ہے کہ وہ سیاسی مخالفت،خاندانی رقابت یا جائیداد وغیرہ کے مسائل کے حل کے لیے رسم ہذا کا سہارا لیتے ہیں۔ حسن کے مطابق:

The practice of man murdering their enemies and subsequently killing one of the women in their family to disguise it as an honour killing is also common. (15)

نتیجہ کے طور پر اپنے خاندان کی کسی عورت کو قتل کر کے غیرت کا نام دینا عام رواج ہے،اس کے برعکس میرے ذاتی مشاہدہ کے مطابق مختلف قبائل کے بیشتر سرداروں اور وڈیروں نے ایسے تقریبا ہر سبب سے انکار کیا ہے جس میں کاروکاری میں بدکاری کے علاوہ کوئی اور وجہ ہو سکتی ہے۔قبائلی تہذیب وثقافت اور رسم ورواج کی خبر اور اہمیت رکھنے والے یا ان علاقوں میں مستقل رہائش پذیر لوگ کبھی کبھی لالچ،رقابت اور مخالفت کی بنا پر اپنی غیرت کا جنازہ نہیں نکالتے۔

## کاروکاری پر عمل درآمد کے طریقے

ایسے واقعات جن میں کاروکاری کے ملزمان کو بچشم خود ناجائز تعلقات میں ملوث پایا جاتا ہے اور ناجائز تعلقات میں مرد وعورت

دونوں یا ان میں سے ایک کو فوری طور پر قتل کر دیا جاتا ہے۔سردار عتیق خان نے اس بارے میں یوں وضاحت کی ہے: کالا کالی کے ملزمان کو اکثر و بیشتر ناجائز تعلقات میں ملوث پایا جاتا ہے اور قتل جیسا سنگین اور انتہائی قدم بھی اس وقت اٹھتا ہے جب دونو ں غیر مرد اور عورت اکٹھے بے حیائی کے کام میں مصروف ہوں۔(۱۶)

2۔کاروکاری قرار دی جانے والی عورت کو بعض اوقات اس بناء پر قتل کر دیا جاتا ہے کہ قتل کرنے والے کا گمان ہوتا ہے کہ وہ بدکار رہے یا اس کا چال چلن ٹھیک نہیں ہے، مثلاً اوکاڑہ کے نواحی قصبہ فور۔ایل کے رہائشی محمد یوسف نے بدچلنی کے شبہ میں اپنی دو بیٹیوں شاہدہ اور ماریہ کو قتل کر دیا۔(۱۷)

3. کاروکاری نامزد کرنے کے طریقہ ہائے کار میں سب سے بددیانت اور غیر اخلاقی طریقہ وہ ہوتا ہے کہ جس میں کاروکاری قرار دیئے جانے والے دونوں مرد و عورت ایک دوسرے کے بارے میں جانتے تک نہیں اور نہ انہیں ایک دوسرے کے بارے میں علم ہوتا ہے کہ وہ کون ہیں؟ اور کیسے ہیں؟ اور کیا کرتے ہیں؟ اس طرح کے الزامات عموماً عورت کے خاندان اور واقفین کے ذریعے لگائے جاتے ہیں۔بقول نعیم اکبر جسکانی:

''دراصل عورت کو قتل کیا جاتا ہے تو دور دور اس فرضی آشنا کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا بلکہ جس شخص کو اس کا آشنا ظاہر کیا جاتا ہے وہ اس کے خواب و خیال میں بھی نہیں ہوتا۔''(۱۸)

انجینئر عبد الطیف کا مشاہدہ یوں ہے:

ہمارے لوگ جب اس بات کی خبر پالیں کہ فلاں شخص سیاہ ہے اور یہ چرچا زبان زد عام ہو جائے تو بعض اوقات غیرت کے تقاضے کے تحت مارنا فرض سمجھ لیا جاتا ہے اگرچہ مقتول اس طرح کے الزام سے بری ہی کیوں نہ ہو۔(۱۹)

کاروکاری کی رسم میں عموماً جو لوگ کسی پر ناجائز تعلقات میں ملوث ہونے کا الزام عائد کرتے ہیں وہی لوگ ناجائز تعلقات میں ملوث مرد و عورت یا ان میں سے کسی کو قتل کرتے ہیں، قتل کرنے والوں میں شوہر اور اس کے رشتہ دار، عورت اور اس کے رشتہ دار سب سے زیادہ قابل ذکر ہیں کیونکہ یہ لوگ ایک ہی خاندان، قبیلے بلکہ ایک ہی خون کے ہوتے ہیں۔علاوہ ازیں آج کل قبیلے کا سردار اور اس کے حواری ، قبیلہ کے حریف، عورت کا محبوب (آشنا) اور قبیلہ اور علاقہ کی عورتیں بھی ناجائز تعلقات کا الزام عائد کرتی ہیں جس کی وجہ سے مرد و عورت کاروکاری قرار دیئے جاتے ہیں۔رسم کاروکاری میں کسی کو کاروکاری قرار دلوانے میں سب سے زیادہ کردار شوہر اور اس کے رشتہ داروں کا ہوتا ہے کاروکاری کے تحت بیشتر قتل شوہر، سسر، دیور اور بیٹا کرتے ہیں۔

طارق سعید کے مطابق کی تحقیق اس سلسلے میں یوں ہے:

''سال 2003ء کے پہلے آٹھ مہینے میں غیرت کے نام پر قتل ہونے والوں کی تعداد 631 ہے جن میں 347 قتل شوہروں نے کیے ہیں۔''(۲۰)

رابرٹ این پیرسن کے الفاظ یوں ہیں:

سیاہ کاری کی سزا دونوں فریقوں یعنی عورت اور مرد کیلئے موت ہوتی ہے،موت سے مراد قتل ہے جو شوہر،شوہر کے بھائی ،شوہر کے والد،شوہر کی اولاد،شوہر،شوہر کے والد کے بھائی کی اولاد،اورشوہر کے والد کے بھائی یعنی تایا میں سے کسی ایک کے ہاتھوں ہوسکتا ہے۔(۲۱)

بقول منشی چند:

خاوند زنا میں خاوند یار کو مارڈالتا ہے۔(۲۲)

علاوہ ازیں اس رسم میں عورت کے اپنے رشتہ دار الزام لگانے اور قتل کرنے والوں میں بنیادی اہمیت کے حامل ہیں،عورت اپنے شوہر اولاد اور رشتہ داروں پر ناجائز تعلقات کا الزام لگا سکتی ہے، بلکہ بعض اوقات قتل کی مرتکب بھی ہو جاتی ہے،صوبہ سرحد میں ''بونڈی'' اس کنواری لڑکی کو کہتے ہیں جو کسی مرد پر یہ الزام عائد کرے کہ اس نے اسے بری نیت سے دیکھا ہے یا اس کے ساتھ بد اخلاقی کی ہے اس الزام کے بعد مرد کو فوراً قتل کر دیا جاتا ہے اور عورت گھر میں تا حیات روپوش ہو جاتی ہے۔(۲۳)

بعض اوقات عورت کے بتانے پر اسے بھی تورہ کے تحت قتل کر دیا جاتا ہے۔رسمِ کاروکاری میں جہاں شوہر اور بیوی کے خاندان والے کاروکاری کا الزام لگاتے ہیں وہاں سردار اوران کے حواری بھی بعض اوقات عورت پر کاروکاری کا الزام لگاتے ہیں، سردار بلاواسطہ الزام تو نہیں لگاتے البتہ اپنے حواریوں کے ذریعے ایسا کرتے ہیں۔

عبدالقادر لغاری نے اس بارے میں یوں تحقیق کی ہے :

''جب کسی عورت کا چال چلن مشکوک ہوتا ہے(بلکہ اکثر اوقات زلیخا طرز تہمت لگادی جاتی ) تو تمندار کو نا صرف عیش و عشرت کا سامان گھر میں ملتا رہا بلکہ عورت فروخت ہونے پر اسے چوتھائی رقم فروختگی بطور حق ملتی تھی،وہ اس رقم کے قانونی حق دار بنے ہوئے تھے۔''(۲۴)

رسم کاروکاری میں کاروکاری کا الزام لگانے والوں میں قبیلہ یا علاقہ کے حریف بھی شامل ہوتے ہیں۔جب کسی خاندان کی کسی دوسرے خاندان سے دشمنی چل رہی ہو تو دشمن کو نیچا دکھانے کے لیے اور اسے ذلیل ورسوا کرنے کے لیے مخالف خاندان میں سے کسی کی بیٹی بہو یا بیوی وغیرہ پر کاروکاری کا الزام لگا دیا جاتا ہے۔

بقول ذوالفقار علی خان قیصرانی کا اس بارے میں یوں مشاہدہ ہے:

مخالف خاندان کی عورت پر کاروکاری کا الزام لگا کر ایک طرف تو اسے معاشرہ میں بدنام کر دیا جاتا ہے۔دوسری طرف گھر اور خاندان میں ہی فتنہ پیدا ہونے سے ان لوگوں کی توہ منقسم کردی جاتی ہے۔(۲۵)

رسم کاروکاری میں کاروکاری کا الزام لگانے والوں میں یا قتل کرنے والوں میں بعض اوقات محبوب اور آشنا بھی شامل ہوتے ہیں جب کوئی عورت اپنے محبوب سے بے وفائی کرے اسے دھوکے میں رکھے یا کسی اور سے تعلقات قائم کرلے یا پھر شادی کے بعد تعلقات

رکھنے سے انکار کردے تو اکثر مرد انہیں بے وفائی اور بے رخی کا مزہ چکھانے کیلئے افواہوں کے ذریعے ان عورتوں کو بدکار ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور بالآخر کسی مرد کے ساتھ کالی ہونے کا اعلان کردیتے ہیں اس طرح وہ عورت کالی ہوجاتی ہے پھر وہ باپ، بھائی یا شوہر کے ذریعے سے قتل ہوجاتی ہے۔

رسم کاروکاری میں کاروکاری کے دونوں ملزمان یا ان میں سے ایک قتل ہوجاتے ہیں، عموماً عورت کمزور ہونے کی بناء پر قتل ہوجاتی ہے۔ اور مرد طاقتور ہونے کی بنا پر بھاگ جاتے ہیں۔ بہرحال جو بھی وجہ ہو کاروکاری قرار دیے جانے والے ملزم بن چکے ہوتے ہیں۔ الزام لگانے والے ملزم نامزد کرنے کے لیے مختلف ذرائع استعمال کرتے ہیں۔ یہ ذرائع اور طریقے اتنے مشہور ومعروف ہوتے ہیں کہ فوراً ہی کاروکاری کے ملزمان بھی اپنے لیے حفاظتی اقدامات کی تیاری میں لگ جاتے ہیں۔ کسی کو کاروکاری قرار دینے کا سب سے اہم ذریعہ عورت کے نہایت قریبی رشتہ داران کی طرف سے اس کا اعلان اور اسکی تشہیر ہے۔ یہ اعلان عورت کے شادی شدہ ہونے کی صورت میں عام طور پر شوہر اور بیٹے کی طرف سے، جبکہ غیر شادی شدہ ہونے کی صورت میں باپ اور بھائی کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ یہ اعلان نعرے کی صورت میں ہوتا ہے۔ جس کا اظہار بچشمِ خود دیکھنے کی صورت میں موقع پر اور شک ہونے کی صورت میں کسی مجمع کے روبرو کیا جاتا ہے۔ کاروکاری نامزد کرنے اور اسکی تشہیر کرنے کے لیے ہوائی فائرنگ بھی ایک موثر طریقہ سمجھا جاتا ہے۔ یعنی جو بھی شخص کسی مرد وعورت کو کاروکاری کا الزام دے گا تو زبردست ہوائی فائرنگ کرے گا۔ جس کے نتیجے میں علاقے کے لوگ فوراً ہی اس جگہ پر پہنچنا شروع کردیتے ہیں۔ لوگوں کی آمد پر بہ چشم خود دیکھنے کی صورت میں وہ شخص بدکاری میں ملوث جوڑے کی حرکات بتائے گا اور اگر کاروکاری قرار دئے جانے والوں میں سے دونوں یا ان میں سے کوئی ایک (عموماً اس کے خاندان سے متعلق عورت) قتل بھی ہوا پڑا ہو تو یہ لاش الزام لگانے والے کے حق میں ثبوت اور گواہی کا کام دے گی۔ اسی طریقے سے جب کوئی شخص کسی جوڑے کو ناجائز حرکات میں ملوث دیکھتا ہے۔ تو وہیں پر ان کے قتل کے درپے ہوتا ہے۔ اگر دونوں اس کے ہاتھ سے بچ جائیں تو وہ عموماً بھاگنے والے مرد کی بجائے عورت کا پیچھا کرتا ہے۔ اور پیچھا کرتے ہوئے کاروکاری کا اعلان بھی کرتا جاتا ہے۔ اس طرح وہ علاقے کے تمام لوگوں کو خبر دیتا ہے۔ (۲۶)

## نامزدگی کا طریقہ کار

کاروکاری نامزد ہوجانے کے فوراً بعد اگر تو مرد وعورت قتل کردئے جائیں تو عورت کی طرف سے اس کا کوئی رشتہ دار تھانے جا کر قتل کے خلاف ایف۔ آئی۔ آر درج کرادیتا ہے۔ اور اگر دونوں قتل ہونے سے بچ جائیں تو مرد کسی محفوظ جگہ پر پناہ لیتا ہے، اپنے گھر ہی میں نظر بندی اختیار کرلیتا ہے یا پھر جلاوطنی اختیار کرتے ہوئے اپنی بستی اور علاقہ چھوڑ دیتا ہے اور اس وقت تک واپس نہیں آتا جب تک کوئی فیصلہ نہ ہوجائے۔ پرویز خان گورچانی نے بتایا کہ ہمارے علاقے میں ایک شخص کو سیاہ کیا گیا تو وہ فوراً علاقہ چھوڑ کر کہیں دور چلا گیا، آج بیس سال ہونے کو ہیں لیکن وہ ابھی تک جلاوطنی کی زندگی گزار رہا ہے۔ (۲۷)

''رواج تمن لغاری پہاڑی'' میں ہے کہ اگر سیاہ کار ہونے سے پہلے علاقے کی حدود میں داخل ہوتا ہے، (جو کہ متعین تھیں) اور قتل کردیا جاتا ہے تو قاتل پر کوئی مواخذہ نہیں اور مقتول کا خاندان بھی کسی معاوضہ یا خون بہا کا حقدار نہیں ہوگا۔ (۲۸)

جب کوئی شخص کارو قرار دے دیا جائے تو گناہ گار یا بے گناہ تو دونوں صورتوں میں وہ گھر بار چھوڑ کر کہیں دور چلا جاتا ہے جبکہ اس کے رشتہ دار کاری عورت کے خاندان والوں سے بات چیت کرنے کیلئے اجتماعی طور پر کسی ''مقدم'' اور ''معتبر'' کی سربراہی میں ان

کے گھر جاتے ہیں تاکہ ان سے بات چیت کی جائے۔اس اجتماعی ٹولے کو میرٹھ یا مرکہ کہتے ہیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس میرٹھ میں ملزم کبھی بھی شامل نہیں ہوتا،اس کی نمائندگی اس کے قریبی رشتہ دار کرتے ہیں۔ بے گناہ ہونے کی صورت میں وہ ہر قسم کے مطالبے کو تسلیم کرتے ہیں جس سے کارو شخص کی بے گناہی ثابت ہوتی ہے۔اسلئے اکثر و بیشتر عورت والوں کے مطالبہ پر یا از خود رضا کارانہ طور پر کارو شخص آگ پر چلنے، گرم پھالے کو زبان سے چاٹنے، پانی میں کودنے اور ہر قسم کے حلف دینے کو تیار ہو جاتا ہے۔اگر کارو شخص پر الزام سچا ہو تو اسکے خاندان والے کسی وڈیرے اور سردار کے ذریعے متاثرہ عورت کے خاندان والوں کو چٹی، معاوضہ کی پیشکش کرتے ہیں. جس کے لیے وہ کسی معتبر کو ثالث بناتے ہیں، اگر عورت کے خاندان والے بھی اس معتبر کو ثالث تسلیم کر لیں تو ٹھیک و گرنہ ان کا اپنا ثالث ہوگا. بہر حال ثالث کو پنچایت میں لے کر آنے کی ذمہ داری اس پارٹی پر ہوگی. جس کی طرف سے وہ شخص ثالث ہوگا، اس کے بعد متفقہ ثالث انفرادی طور پر جبکہ بہت سے ثالث پنچائتی طور پر فیصلہ کرتے ہیں۔

## فیصلے کا طریقہ

قبائلی اور پہاڑی علاقوں میں کسی قوم، قبیلے اور علاقے کا رہنما اور نمائندہ سردار، تمندار، وڈیرہ یا مقدم کہلاتا ہے۔کاروکاری جیسے واقعات کے زیادہ تر مقدمے انہیں لوگوں کے پاس جاتے ہیں۔انگریز سے قبل ہمارے نیم جاگیردارانہ سماج میں نسبتاً اچھا عدالتی نظام موجود تھا۔ایک علاقے کے اندر ہونے والے اکثر جھگڑوں کا حل سردار، وڈیرا اور مقدم ہی کیا کرتا تھا۔گو ذاتی مفاد، لالچ اور اقربا پروری عود کر آنے سے وہ انصاف نہ رہا جس کے قصے ماضی میں بیان کیے جاتے تھے۔چنانچہ انہوں نے عدل وانصاف کا دامن چھوڑ دیا، حق کے راستے سے رخ بدل لیا۔اب زیادہ تر سردار ذاتی مفاد اور اثر و رسوخ کے اضافہ کے لیے عدل و انصاف کا طریقہ ترک کر کے اپنی عوام کے حقوق سلب کرنے لگے ہیں۔تاریخ ڈیرہ غازی خان کے مصنف عبدالقادر لغاری نے اس سلسلے میں سرداروں کے حوالے سے بہت خوبصورت تصویر کشی کی ہے، لکھتے ہیں:

"چونکہ انگریز کی طرف سے مقرر کردہ تمندار حقیقتاً قبیلوں کے محافظ نہ تھے، بلکہ انگریز کے نمائندے تھے۔لہٰذا انگریز سے اپنے ضمیر اور اپنی قوم کی عزت کی قیمت وصول کرنے والے بن گئے۔"(۲۹)

جرگہ کے لغوی معنی صف و حلقہ کے ہیں۔حسن اللغات میں ہے کہ یہ جرگ سے نکلا ہوا لفظ ہے۔جرگ کے لغوی معنی کشتی کا میدان، حلقہ، مجلس کے ہیں، جبکہ جرگہ کے لغوی معنی حلقہ، مجلس، آدمیوں کا ہجوم، قطار اور صف کے ہیں۔وہ شکاری جو شکار کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے کر اسے پکڑنے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں اسے جرگہ کہا جاتا ہے۔(۳۰)

چنانچہ سہراب خان تاریخ بتاتے ہوئے کہتے ہیں:

RCF،1901 ہو یا کوئٹہ قلات آرڈیننس 1965ء یا پھر کریمنل لا سپیشل پرووینشل 1968ء ان سب کے مطابق ٹرائبل ایریاز میں جرگائی فیصلے ہوتے تھے، مذکورہ بالا آرڈیننس کے تحت ٹرائبل ایریا میں تمام اختیارات کا مالک DC ہوتا تھا، جس نے اپنے اختیارات ماسوائے دفعہ 302 اپنے ماتحت PA کو منتقل کئے ہوئے تھے، سیاہ کاری میں قتل کے کیس کی تفتیش بی۔ایم۔پی کا عملہ کرتا اور رپورٹ DC کو بھیج دی جاتی۔DC کے جرگہ ممبران کا تقرر کرتا، جس میں سے دو مستغیث اور دو

ملزم پارٹی کے نامزد کردہ ہوتے تھے، چنانچہ PA کو صدر جرگہ بنا کر ایک جرگہ کی تشکیل کر دی جاتی، جس نے دونوں فریقوں کو بلا کر اور ان کا نقطہ نظر سن کر فیصلہ کر دینا ہوتا تھا۔ آخر کار 1993ء میں سپریم کورٹ آف پاکستان نے جرگہ سسٹم پر پابندی لگا دی، آجکل ہونے والے اجتماع جرگہ سسٹم ہی کی ایک شکل ہیں لیکن اب سرکاری حیثیت سے نہیں بلکہ باہمی رضامندی سے منعقد کیے جاتے ہیں۔

کاروکاری جیسے کیسز عدلیہ میں بھی لائے جاتے ہیں لیکن جرگہ / پنچائیت جیسے فورمز کی موجودگی میں بہت کم کیس عدلیہ میں پہنچتے ہیں۔ پہلے تو سردار / وڈیرا ہی مذکورہ بالا رسم میں ملوث لوگوں کے فیصلے کرا دیتا ہے اور اگر معاملہ اس کے ہاتھ سے نکل جائے تو جرگہ / پنچائیت بلائی جاتی ہے اور اس میں ہی کاروکاری کے فیصلے نمٹا دیے جاتے ہیں۔ بقول جسٹس (ر) ناصر اسلم زاہد ''اگر پاکستان میں 100 زنا بالجبر ہوتے ہیں تو بمشکل 10 مقدمات عدالت پہنچتے ہیں۔ باقی وہیں جرگے میں طے ہو جاتے ہیں۔(۳۱)

میر غلام قادر بگٹی نے بتایا:

''ہمارے علاقے کے لوگ اپنے جھگڑے عدالتوں میں نہیں لے جاتے اور خاص طور پر جب معاملہ سیاہ کاری کا ہو تو عدالتی کاروائی کرنا تو درکنار تھانوں میں رپورٹ کرانا بھی غیر ضروری سمجھا جاتا ہے۔''(۳۲)

جب بھی کسی شخص پر ناجائز تعلقات کا الزام عائد ہوتا ہے تو سب سے پہلے اسے قتل کرنے کی ٹھان لی جاتی ہے۔ لیکن اگر ملزم کسی وجہ سے قتل ہونے سے بچ جائے یا بااثر ہونے کی وجہ سے عورت کے خاندان والوں کے ہاتھ لگنا مشکل ہو تو عورت کے خاندان والے معاملے جرگہ / پنچائیت میں لے جاتے ہیں، جہاں فریقین سے معاملے کی بابت تفتیش ہوتی ہے جس میں بعض اوقات خود ملزم کی بے گناہی ثابت کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ مختلف قبائل میں الزام کو جھوٹا یا سچا ثابت کرنے کے لیے مختلف طریقہ ہائے کار ہیں۔ جس میں آگ پر سے گزرنا، حلف/قسم لینا اور پھالہ اٹھانا وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

بلوچی زبان میں ''آس'' آگ اور ''آف'' پانی کو کہتے ہیں جبکہ سرائیکی زبان میں اس کے لیے ''بھاہ'' پانی کا لفظ مستعمل ہے۔ بلوچ قبائل میں تو آس/آف کی عدالت کا ایک ادارہ موجود ہے۔ جو قتل سے لے کر چوری تک کے فیصلے کرتا ہے۔ ڈاکٹر شاہ محمد مری کے بقول: قدیم یورپ میں ملزم اپنی صفائی آگ اور پانی سے گزر کر دیتا تھا۔(۳۳)

رامائن کی کہانی میں ہے کہ سیتا 14 سال راون کے اغوا میں رہنے کے بعد جب اپنے شوہر کے پاس واپس آئی تو یہ ثابت کرنے کے لیے کہ راون نے اس کو نہیں چھوا وہ آگ پر سے گزر جاتی ہے۔ پنوں کی محبوبہ سسی کو اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے آگ پر سے گزرنا پڑا۔

تحفۃ الکرام کا مصنف لکھتا ہے:

''جب کسی شخص پر کسی بڑے گناہ کا الزام عائد کیا جاتا ہے تو وہ شخص خود کو پاک دامن ثابت کرنے کے لیے بھڑکتی آگ

میں سے سمندر کی طرح صاف اور حضرت خلیل کی طرح بغیر کسی کھٹکے کے گزرنے کا مظاہرہ کرتا ہے۔''(۳۴)

ہمارے علاقے میں آج بھی مظاہر فطرت کی حدود سے متنازعہ معاملات کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔جن میں سے ایک پھالہ داری ہے۔پروفیسر ذوالفقار علی خان قیصرانی کے مطابق ''ہل کے آگے جو لوہے کا ٹکڑا لگا ہوتا ہے اسے سرائیکی علاقے میں ''پھالہ'' کہتے ہیں۔جب کہ بلوچ اسکو پھال بھی کہتے ہیں۔بھاہ پانی کی طرح کاروکاری کے فیصلہ جات کے لیے ملزم سے پھالہ اٹھانے کا رواج بھی بلوچوں میں، خاص طور پر قیصرانی اور بزدار قبیلے میں پایا جاتا ہے۔اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے پھالے کوگرم کیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ سرخ شکل اختیار کر لیتا ہے پھر ملزم کے ہاتھ پر کسی درخت کا سبز پتہ رکھ کراس پر پھالہ رکھ دیا جاتا ہے اور ملزم تین یا سات مرتبہ زبان سے گرم پھالے کو چاٹتا ہے اس کے بعد وہ ناظرین سے کہتا ہے کہ پھالہ پھینک دوں، چنانچہ ناظرین کی اجازت سے وہ اسی گرم پھالے کو ایک طرف پھینک دیتا ہے۔اس کے بعد منصفین خصوصی طور پر اور ناظرین عمومی طور پر اس ملزم کی زبان کا مشاہدہ کرتے ہیں۔اگر زبان اس سے نہ جلے تو بے گناہی ثابت ہوجاتی ہے،اور اگر زبان پر چھالے نکل آئیں تو مجرم گناہ گار ثابت ہوجاتا ہے۔(۳۵)

## کاروکاری ہونے والوں کا انجام

رسم کاروکاری میں ملزم کی بے گناہی کے ثبوت کے لیے حلف اور قسم دینے کا رواج بھی موجود ہے محمد علی خان کھوسہ کے مطابق: تمن کھوسہ میں خصوصی طور پر اور پنجاب کے ٹرائبل ایریاز میں عمومی طور پر، آجکل حلف کا رواج بڑھتا اور باقی طریقے مثلاً آس آف اور پھالہ وغیرہ بتدریج کم ہوتے جارہے ہیں۔حلف کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ملزم کے رشتہ دار، کسی معتبر اور وڈیرے کے ساتھ متاثرہ پارٹی کے پاس جاکر ملزم کی بے گناہی کا حلف دینے کا کہتے ہیں، متاثرہ پارٹی کے نہ ماننے کی صورت میں کسی دوسرے اور موثر معتبر کے ذریعے یہ عمل دہرایا جاتا ہے۔اور جب متاثرہ پارٹی حلف لینے پر رضامندی کا اظہار کردے تو یہ اُس کی مرضی ہوتی ہے کہ وہ ملزم کی بجائے، بشمول معتبر کسی بھی شخص کو قسم دینے کا کہے، چنانچہ متاثرہ پارٹی جس کا بھی نام لے گی، وہ شخص پہلے ملزم سے ملے گا اور اپنی تسلی کرے گا کہ واقعی ملزم بے گناہ ہے، اس کے لیے وہ خود بھی پہلے ملزم سے قسم اور حلف لے سکتا ہے۔اپنی تسلی کرنے کے بعد اگر وہ ملزم کو بے قصور سمجھے گا تو حلف دینے کو تیار ہوجائے گا، اسے ایک مقررہ دن لوگوں کے اجتماع میں بلایا جائے گا، قسم اٹھانے والا پہلے وضو کرے گا، اس کے بعد اس کے سامنے قرآن مجید کھول دیا جائے گا، وہ شخص قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر یہ قسم کھائے گا یہ ملزم واقعی بے گناہ ہے۔اس طرح ملزم الزام سے بری ہوجائے گا۔اور اگر متعینہ شخص چاہے وہ ملزم ہو کہ کوئی اور، قسم اور حلف اٹھانے سے انکار کرے گا تو ملزم گناہ گار قرار پائے گا۔(۳۶)

کاروکاری قرار پانے والے جوڑے کی سب سے بڑی موثر اور رائج سزا قتل ہوتی ہے۔جب بھی عورت کے رشتہ داروں میں سے کوئی شخص عورت کو کسی غیر مرد کے ساتھ ناجائز تعلقات میں ملوث پائے یا اسے شک ہوجائے تو عموماً اس عورت اور مرد کو اکٹھے ہی موقع پر ہلاک کردیا جاتا ہے اور اگر ان دونوں میں سے ایک بچ جائے تو اس کی تلاش اور موقع محل کی مناسبت کے بعد اسے بھی قتل

کر دیا جاتا ہے۔مثلاً تھانہ روجھان ضلع راجن پور کے منظور احمد نے بیٹے ریاض احمد (جسے کالا کالی کے تحت قتل کر دیا گیا تھا) کے قتل کی FIR درج کرائی جس کے مطابق رحیم حسین کھمڑانے ریاض احمد ولد منظور احمد اور زرینہ زوجہ کریم حسین (بھابھی) کو ناجائز تعلقات میں ملوث پائے جانے پر ایک ہی گھر میں کالا کالی کے تحت قتل کر دیا۔(۳۷)

کاروکاری نامزد ہو جانے والے مرد و عورت اکثر و بیشتر تو قتل کر دیے جاتے ہیں اور اگر قتل نہ کیے جائیں تو انہیں مختلف قسم کی سزاؤں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جن میں سے ایک سزا ساری زندگی کی غلامی ہوتی ہے۔کاروکار مرد قتل ہو جانے سے بچ جانے کی صورت میں بھاری تاوان دے کر جان تو بچا لیتا ہے لیکن ساری زندگی معاشی طور پر مفلوج ہو کر کسی سردار یا وڈیرے کی نوکری اور غلامی کرتا ہے یا پھر سوارہ کے ذریعے اپنی بہن بیٹی وغیرہ کو کاری عورت کے خاندان کو دے کر ہمیشہ کے لیے سر جھکائے رکھتا ہے۔جبکہ کاری عورت قتل سے بچ جانے کی صورت میں سردار کی حویلی کی زینت بنتی ہے اور ساری زندگی لونڈی بن کر سردار اور اس کے خاندان وحواریوں کے عیش وعشرت کا ذریعہ بنتی ہے۔

رسم کاروکاری میں کاروکاری نامزد ہونے والوں کو جہاں اور مختلف قسم کی سزائیں دی جاتی ہیں وہاں بعض اوقات انہیں شہر بدر اور جلاوطن بھی کر دیا جاتا ہے۔مرد ملزمان عموماً شہر یا ملک تک چھوڑ جاتے ہیں جبکہ عورت اکثر گھر بدر کی جاتی ہے یا پھر فروخت کر دی جاتی ہے۔شہر بدر یا جلاوطنی عموماً صرف اس صورت میں ہوتی ہے کہ یا کاروکاری ہونے والوں کا نکاح کرا کر انہیں شہر بدر/ جلاوطن کر دیا جائے یا پھر ملزمان دونوں ہی خود شہر بدری/ جلاوطنی اختیار کر لیں۔

رضا ہمدانی نے یوں وضاحت کی ہے:

''کسی ایک فرد کو قاتل یا قتل کا ذمہ دار ٹھہرا کر اسے ملک بدر کر دینے کا منصوبہ بنایا جاتا ہے۔ایسے شخص کو اپنا علاقہ چھوڑ دینا پڑتا ہے اور وہ کبھی واپس اپنے گاؤں یا ان علاقوں میں نہیں آسکتا جو اُس کے لیے ممنوع قرار دیے جائیں،اس صورت میں مقتول کے ورثاء ملزم کے عزیز ورشتہ داروں پر ہاتھ نہیں اٹھاتے ،اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو پھر معاہدہ ٹوٹ جاتا ہے،اور مجرم تمام عائد شدہ پابندیوں سے آزاد ہو جاتا ہے،وہ کھلم کھلا اپنے گھر آنے کا حق رکھتا ہے او اس طرح اس کی جبری جلاوطنی ختم ہو جاتی ہے۔''(۳۸)

رسم کاروکاری میں کارو مرد اور کاری عورت کے قتل ہو جانے سے بچ نکلنے کے بعد جو سزائیں مقرر ہیں ان میں سے ایک سزا یہ بھی ہے کہ انہیں فروخت کر دیا جائے۔ارشاد احمد گشکوری کے مطابق ''اگر کوئی عورت قتل ہونے سے بچ جائے تو اسے فروخت کر دیا جاتا ہے۔(۳۹)

رسم کاروکاری میں کاروکاری کے ملزمان اگر قتل ہونے سے بچ جائیں تو یہ بتایا جا چکا ہے کہ عورت تو فروخت کر دی جاتی ہے، جہاں تک مرد کا تعلق ہے تو اسے فروخت نہیں کیا جاتا بلکہ اس سے جرمانہ یا چٹی وصول کی جاتی ہے۔سید مودودی کے مطابق جرمانہ یا تاوان کی رسم یونان اور روم میں بھی تھی جس کے مطابق ایک مرد اگر کسی غیر کو اپنی بیوی کے ساتھ بدکاری کرتے دیکھ لیتا تو اسے حق حاصل تھا کہ وہ اسے قتل کر دے یا پھر اس سے مالی تاوان وصول کرے۔(۴۰)

جرمانہ یا چٹی وصول کرنے کا رواج پاکستان کے تقریباً تمام قبائل میں موجود ہے۔رسم ہذا میں مرد وعورت ناجائز تعلقات کے شبہ میں یا ناجائز تعلقات میں ملوث ہونے پر کاروکاری قرار دیئے جاتے ہیں۔یہ الزام عورت کے رشتہ دار اور خاندان کے لوگ لگاتے ہیں جبکہ بعض اوقات مرد کے خاندان، وڈیرے اور سردار کے کہنے پر علاقے کے کسی رہائشی کی طرف سے بھی یہ الزام عائد کیا جاتا ہے۔

## کاروکاری اور شریعتِ اسلامیہ۔تقابلی جائزہ

سید بہار شاہ کے بقول: الزام کی چار حیثیتیں ہوتی ہیں:

(۱) کاروکاری کو قتل کرنے کے بعد الزام لگایا جاتا ہے۔

(۲) پہلے الزام لگایا جاتا ہے اور پھر کاروکاری قرار دیئے جانے والوں کو قتل کیا جاتا ہے۔

(۳) الزام لگا کر مرد کو فوراً قتل کر دیا جاتا ہے اور عورت علاقہ کے سردار، جاگیردار، پیر یا کسی وڈیرے کے گھر پناہ کیلئے بھیج دی جاتی ہے تا کہ جرگہ پنچائیت کے تحت فیصلہ ہو سکے۔

(۴) الزام لگا کر کاری عورت کو فوراً قتل کر دیا جاتا ہے اور جرگہ پنچائیت کارومرد سے چٹی کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔(۴۱)

اسلام میں بھی ناجائز تعلقات میں ملوث قرار دیئے جانے والوں پر الزام لگانا یا مجرمان کی طرف سے اقرار کرنا ضروری ہے اگر کسی پر الزام ہی نہیں یا وہ خود اقرار ہی نہیں کرتے تو سزا کیسی؟

قرآن حکیم میں بیگناہ عورتوں پر جھوٹا الزام لگانے والوں کی سزا کے حوالے سے ارشاد ہوتا ہے:

وَالَّذِیۡنَ یَرۡمُوۡنَ الۡمُحۡصَنٰتِ ثُمَّ لَمۡ یَاۡتُوۡا بِاَرۡبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجۡلِدُوۡهُمۡ ثَمٰنِیۡنَ جَلۡدَةً.(۴۲)

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر الزام لگاتے ہیں اور چار گواہ لے کر نہ آئیں ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو۔

اسی حوالے سے دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

وَالَّذِیۡنَ یَرۡمُوۡنَ اَزۡوَاجَهُمۡ وَلَمۡ یَکُنۡ لَّهُمۡ شُهَدَآءُ اِلَّاۤ اَنۡفُسُهُمۡ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمۡ اَرۡبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیۡنَ o وَالۡخَامِسَةُ اَنَّ لَعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَیۡهِ اِنۡ کَانَ مِنَ الۡکٰذِبِیۡنَ.(۴۳)

اور جو لوگ اپنی بیویوں پر الزام لگائیں اور ان کے پاس خود ان کے اپنے سوا دوسرے کوئی گواہ نہ ہوں تو ان میں سے ایک شخص کی شہادت یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ تعالی کی قسم کھا کر گواہی دے کہ وہ سچا ہے اور پانچویں بار کہے کہ اللہ کی اس پر لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہو۔

بہر حال رسم کاروکاری کی سزا اور اسلامی طریقہ سزا میں الزام ہونے کا نقطہ تو مماثلت رکھتا ہے لیکن تہمت کے معیار اور تقاضوں میں خاصا فرق ہے رسم کاروکاری میں کسی کی زبان سے بھی مرد اور عورت کے ناجائز تعلقات کا اظہار ہو جائے تو انھیں مجرم ٹھہرا دیا جاتا ہے کوئی ثبوت اقرار یا چشم دید شہادت لازمی نہیں ہوتی جبکہ اسلامی حکومت کسی بھی شخص کے خلاف ناجائز تعلقات بدکاری کے جرم

میں کوئی کارروائی نہیں کرسکتی جب تک اس کے جرم کا ثبوت نہ مل جائے، ثبوت جرم کے بغیر کسی کی بدکاری خواہ کتنے ہی ذرائع سے حکام کے علم میں ہو بہرحال اس پر حد جاری نہیں کر سکتے۔ مدینہ میں ایک عورت تھی جس کے متعلق روایت تھی کہ وہ کھلی فاحشہ تھی لیکن اس کیخلاف بدکاری کا ثبوت نہ تھا اس لئے اسے کوئی سزا نہ دی گئی حالانکہ اس کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا تھا:

لو کنت را جما أحداً بغیر بینة لرجمتها. (۴۴)

اگر میں ثبوت کے بغیر کسی کو رجم کرنے والا ہوتا تو اس عورت کو ضرور رجم کروادیتا۔

کاروکاری قرار دیئے جانے والے مرد وعورت کے ساتھ عموماً تین طرح کا سلوک کیا جاتا ہے

(۱) کاروکاری قرار پانے والے دونوں مرد وعورت کو موقع پر ہی قتل کیا جاتا ہے۔

(۲) کاروکاری قرار پانے والے دونوں مرد وعورت میں سے ایک کو قتل کردیا جاتا ہے۔

(۳) کاروکاری قرار دیئے جانے والوں کا فیصلہ جرگہ یا پنچائیت میں رکھا جاتا ہے۔

بہرحال جو بھی صورت ہو کاروکاری قرار دلانے کیلئے گواہی اور شہادت ضروری ہے جبکہ شہادت کا اہتمام بہت کم کیا جاتا ہے۔(۴۵)

جہاں تک اسلامی طریقہ سزا کا تعلق ہے اس میں گواہی اور شہادت کی حیثیت مسلمہ ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً. (۴۶)

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر الزام لگاتے ہیں اور چار گواہ لے کر نہ آئیں ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ. (۴۷)

اور شہادت ہرگز نہ چھپاؤ۔ جو شہادت چھپاتا ہے اس کا دل گناہ میں آلودہ ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں۔

حضرت عائشہؓ پر الزام لگا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے حق میں گواہی دی، حضرت مریم پر الزام لگنے کی صورت میں دودھ پیتے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کے حق میں گواہی دی۔ احادیث مبارکہ میں بھی جہاں شہادت کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے وہاں معتبر شہادت کو بھی صحیح مانا گیا ہے حدیث ابن عباس اس سلسلے میں اہم ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی آپ کے پاس آیا اس نے کہا:

میری بیوی کسی بھی چھونے والے کے ہاتھ کو نہیں روکتی فرمایا: اس کو دور کردے۔(۴۸)

مذکورہ بالا حدیث میں حضور ﷺ نے شوہر کی گواہی پر ہی فیصلہ فرمادیا آپ نے شوہر کو چار گواہ پیش کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی، کاروکاری میں جب بھی عورت کے رشتہ داران کو اس کا کسی غیر مرد کے ساتھ ناجائز تعلقات کا پتہ چل جائے تو وہ اس کو نتیجہ کے طور پر فوراً قتل کردیتے ہیں، کاروکاری کے تحت قتل ہونے کی شرعی حیثیت کے بارے میں قرآن کریم وحدیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں ناحق قتل بہت ہی سنگین جرم ہے۔

کسی بیگناہ کی خون ریزی کے حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ط .(۴۹)

جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔

یعنی انسانی جان جو فی الاصل خدا کی طرف سے حرام ٹھہرائی گئی ہے ہلاک نہ کی جائے مگر حق کے ساتھ اس کی تین صورتیں قرآن میں بیان کی گئی ہیں اور دو صورتیں حضور ﷺ نے بیان فرمائی ہیں۔

قرآن میں بیان کردہ صورتیں:

۱۔ انسان کسی دوسرے انسان کے قتل عمد کا مجرم ہو اور اس پر قصاص کا حق قائم ہو گیا ہو۔

۲۔ دین حق کے قیام کی راہ میں مزاحم ہو اور اس سے جنگ کئے بغیر چارہ نہ رہا ہو۔

۳۔ دارالاسلام کی حدود میں بدامنی پھیلائے یا اسلامی نظام حکومت کو الٹنے کی سعی کرے۔

حدیث مبارک میں بیان کردہ صورتیں:

۱۔ شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرے۔

۲۔ ارتداد اور خروج از جماعت کا مرتکب ہو۔

جہاں تک بدکاری میں دیکھ کر قتل کرنے کا تعلق ہے تو اسلام ہرگز یہ اجازت نہیں دیتا کہ کوئی شخص ،قبیلہ یا علاقہ کے لوگ ، بے شک وہ قریبی یا دور کے رشتہ دار ہوں یا نہ ہوں، بدکاری میں ملوث افراد کو قانون ہاتھ میں لے کر قتل کر دیں۔ بدکاری میں ملوث مرد و عورت کو سزا دینے کا پورا ایک طریق کار اور نظام ہے۔

بعض قبائل میں یہ طریقہ رائج ہے کہ کاروکاری کے تحت قتل ہونے والے مرد و عورت کی لاش دریا میں بہا دی جاتی ہے، کچھ لوگ قتل ہونے والوں کو نہ ہی غسل دیتے ہیں نہ کفن اور نہ ہی نماز جنازہ پڑھانے کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں بلکہ سزا یافتہ شخص کو ایسے ہی قبر میں دفنا دیتے ہیں، بعض قبائل تو قبر تک نہیں بناتے بلکہ صرف اور صرف ایک گڑھا کھود کر اس میں دفنا دیتے ہیں۔تھانہ سیمنٹ فیکٹری باڈر ملٹری پولیس کے انچارج غلام حسن خان کھوسہ کے مطابق پہاڑوں میں ہمیں اکثر و بیشتر لاوارث لاشیں ملتی رہتی ہیں جن کے بارے میں غالب گماں یہی ہوتا ہے کہ لوگ ناجائز تعلقات کی بناء پر قتل کر دیئے جاتے ہیں۔اور وہ کسی پہاڑ وغیرہ پر پھینک دیئے جاتے ہیں۔(۵۰)

حضرت عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ قبیلہ جہنیہ کی ایک خاتون نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی وہ اس وقت زنا کی وجہ سے حاملہ تھی اس نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! میں نے ایسا فعل کیا ہے کہ میں حد کو پہنچ گئی ہوں لہٰذا آپ مجھ پر حد جاری فرمائیں، نبی اکرم ﷺ نے اس کے سرپرست کو بلایا اور فرمایا کہ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو جب وضع حمل ہو جائے تب میرے

پاس لانا،اس نے ایسا ہی کیا نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ اس کے بند کے کپڑے مضبوطی سے باندھ دیئے جائیں پھر حکم دیا گیا کہ اسے سنگسار کر دیا جائے تو اسے رجم کر دیا گیا، پھر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی تو پھر حضرت عمرؓ بولے: اے اللہ کے نبی آپ اس کا نماز جنازہ پڑھائیں گے جو زنا کر چکی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اِس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس کو مدینہ کے ستر آدمیوں پر تقسیم کیا جائے تو ان سب کیلئے کافی ہو جائے۔(۵۱)

مندرجہ بالا واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ بحیثیت مسلمان بدکاری میں ملوث مرد وعورت کو اسلامی ضابطوں کے مطابق سزا دی جائے گی اور وہ سزا پانے کے بعد طعن وتشنیع کا نشانہ نہیں بنائے جا سکتے،ان کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جائے گا جیسا کہ عام مسلمانوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ کے واقعہ افک کو تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔اس واقعے کی تفصیلات کا تذکرہ نہ کرتے ہوئے اس کے نتائج کو درج کیا جاتا ہے۔اس واقعے سے بہت سے احکامات کی نشاندہی ہوتی ہے۔مثال کے طور پر:

۱۔ الزام کسی پر بھی لگ سکتا ہے۔اس میں امیر،غریب،حاکم محکوم سب شامل ہیں۔

۲۔ الزام لگانے والے بھی بہت ہو سکتے ہیں کیونکہ آیت مبارکہ میں لفظ عصبہ آیا ہے۔جس کے معنیٰ جماعت کے ہیں،جو دس سے چالیس تک کی ہوں۔

۳۔ اگر عورت پر الزام زنا عائد ہو جائے تو شوہر،والدین اور قریبی رشتہ داران کو حتی المقدور یہ کوشش کرنی چاہیے کہ وہ الزام شدہ عورت کو اس پر لگنے والے الزام کے بارے میں نہ بتائیں۔کیونکہ حضرت عائشہؓ پر لگنے والے الزام کی خبر نہ حضو ﷺ نے دی اور نہ ان کے والد،والدہ یا کسی بہن بھائی نے بتائی۔

۴۔ الزام شدہ عورت کے شوہر کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی پر کسی قسم کا تشدد اور سختی روا نہ رکھے کیونکہ حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے واقعہ افک کے دنوں میں سختی نہیں کی۔

۵۔ اگر عورت کو اپنے اوپر لگنے والے الزام کے بارے میں معلوم ہو جائے اور اسے اپنے شوہر اور نہ ہی اس کے گھر والوں سے لڑائی جھگڑا کرنا چاہیے اور نہ ہی کوئی بحث ومباحثہ بلکہ مناسب طریقہ سے شوہر سے اجازت لے کر والدین کے گھر چلی جائے۔

۶۔ شوہر کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کو زبردستی گھر سے نہ نکالے اور نہ ہی زبردستی قید کرے بلکہ اگر بیوی اپنے والدین کے گھر جانا چاہے تو اسے رخصت دے دینی چاہیے۔

۷۔ الزام شدہ عورت کو اپنے شوہر یا سسرال والوں سے تحقیق کرنے کی بجائے اپنے والدین خاص طور پر والدہ سے اپنے اوپر لگنے والی تہمت کے بارے میں پوچھے۔

۸۔ اگر کسی بیٹی پر زنا کا الزام عائد ہو جائے تو والدین اور بھائیوں کو چاہیے کہ نہ تو وہ اپنی لڑکی پر تشدد کریں اور نہ ہی اس کو گھر سے نکال دے بلکہ وہ شوہر کے گھر سے ان کے گھر آنا چاہے تو جب تک وہ رہنا چاہے تو اسے گھر رہنے کی اجازت دیں۔

۹۔ اگر الزام شدہ عورت یا جس کی عورت پر الزام لگا ہے۔کسی سے واقعہ کے بارے میں تحقیق کرے تو بتانے والا اس کی

خیر خواہی کرے نہ کہ الزام کی شہادت دے۔

۱۰۔ اگر بیوی پر الزام لگے تو شوہر کو چاہیے کہ وہ رشتہ داروں اور قریبی لوگوں سے بیوی کے بارے تحقیق بھی کرے اور ان سے مشورہ بھی لے۔

۱۱۔ جب کوئی اپنے گھر والوں کے بارے میں کسی سے مشورہ طلب کرے تو مشیر کو چاہیے کہ علم ہونے کی صورت میں صحیح صورت حال بتائے جبکہ گمان ہونے کی صورت میں مزید تحقیق کا مشورہ دے نہ کہ گمان کو یقین بنا کر پیش کرے۔

۱۲۔ مرد کو چاہیے کہ اپنی بیوی سے بھی دریافت کرے جیسا کہ حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے دریافت فرمایا۔

۱۳۔ اگر کسی مرد یا عورت پر بدکاری کا الزام لگ جائے تو اسے قتل نہیں کرنا چاہیے کیونکہ واقعہ افک میں مہینوں تک یہ الزام نہ صرف شہر میں بلکہ مختلف قبائل میں موضوع بحث رہا، حضرت صفوان بن معطلؓ اور حضرت عائشہؓ کے خاندان والے بھی اس الزام کے بارے میں بخوبی جانتے ہوں گے، حضور ﷺ اور ان کے خاندان میں بھی یہ کرب ناک قصہ زیر بحث تھا۔لیکن قرآن وحدیث اور تاریخ اسلامی کی ہزاروں کتابیں اُٹھایئے دنیا کی کسی لائبریری کو کھنگالیے آپ کو کہیں یہ نہیں ملے گا کہ ان دونوں حضرات کو کسی نے تشدد کا نشانہ بنایا ہو حتیٰ کہ انہیں قتل کر دیا ہو۔

۱۴۔ اگر کسی مرد و عورت پر الزام زنا لگایا جائے تو ان کے خاندان کو حتی المقدور کوشش کرنی چاہیے کہ وہ ایسے واقعات کی تشہیر نہ کریں یہاں تک کہ تھانہ کچہریوں میں لے جانے سے بھی پرہیز کریں۔

جبکہ رسم کاروکاری میں دی جانے والی سزائیں جیسا کہ قتل، جلاوطنی اور فروختگی صرف روایات کی پاسداری کی بناء پر موجود ہیں، اس سلسلے میں نہ ہی ملکی اور سرداری قانون کو اہمیت دی جاتی ہے اور نہ ہی اس طرح کے معاملات میں عدالتی تقاضے پورے کیے جاتے ہیں، جب بھی کسی شخص کو غیرت کا جوش چڑھ جائے تو وہ نہ پھر کسی قانون اور نہ کسی ضابطے کا خیال رکھتا ہے اور نہ ہی اسے اس بات سے سروکار ہوتا ہے کہ وہ جس معاملے کیلئے انتہائی قدم اٹھانے جا رہا ہے اس کیلئے کسی قسم کی تحقیق کی ضرورت بھی ہے۔جبکہ قرآن حکیم میں واضح ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَ كُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا (۵۲)

اے ایمان والو! جب کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو اس کی خوب تحقیق کر لیا کرو۔

## رسم کاروکاری کی بنیادیں

کاروکاری کی رسم میں تحقیق نہیں کی جاتی کیونکہ اس میں اسلامی اور ملکی قوانین کی بجائے ان معاشرتی رسوم کی پاسداری کی جاتی ہے جو اُن کے آباؤ اجداد نے ان کے قبیلے اور علاقے کیلئے وضع کیے تھے۔ایک سروے کے مطابق اب تک درج ذیل نسبت سے غیرت کے نام پر قتل ہوئے ہیں۔

۱۔غیرت کے نام پر قتل 40%

| | |
|---|---|
| ۲۔ذاتی اور قبائلی دشمنی کے نام پر قتل | 20% |
| ۳۔مالی معاملات پر قتل | 10% |
| ۴۔ساس،نند،دیور اور بدخواہوں کی سازش | 10% |
| ۵۔دوسری شادی کیلئے بیوی سے جان چھڑانا | 10% |
| ۶۔عورتوں پر ظلم وزیادتی | 10% |

## کاروکاری قرآن وحدیث کی روشنی میں

کاروکاری کی رسم سے انسانی جان ضائع ہوتی ہے جبکہ اسلام نے انسانی زندگی کو نہایت محترم اور عزت کے لائق قرار دیا ہے اور اس کو نقصان پہنچانا اور ختم کرنا یا قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

**ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق (۵۳)**

جس جان کو اللہ تعالی نے حرام ٹھہرایا ہے اسے قتل نہ کرو مگر حق کے ساتھ۔

رسول کریم ﷺ سے بیگناہ کے قتل کے بارے میں روایت ہے:

**عن عبد اللّٰہ بن عمر رضی اللہ عنھما أن النبی ﷺ قا ل: لزوا ل الد نیا أھون علی اللہ من قتل رجل مسلم.(۵۴ )**

حضرت عبداللہ بن عمر کا بیان ہے:حضور ﷺ نے فرمایا دنیا کا ختم ہونا ایک مومن کے قتل سے ہلکا ہے۔اس حدیث پر غور کریں کہ ایک انسان کا ناحق قتل کرنا اسی زمرے میں آتا ہے۔

## تجزیہ اور سفارشات

قرآنی تعلیمات کے مطابق اگر عورت پر زنا کا الزام لگایا جائے تو چار گواہ پیش کیے جائیں اور اگر اپنی بیوی کو غیر حالت میں دیکھے تو لعان کا طریقہ مقرر ہے۔

۱۔ قرآن مجید میں صریح طور پر آیات وارد ہوئی ہیں جن میں بہتان تراشی،قذف کی بنیاد بنتی ہے۔

۲۔ بہتان کے الزام میں کسی کو قتل کرنے کی ممانعت ہے۔

۳۔ احادیث میں ایسے واقعات کی بدولت لعان کی سزا کا طریقہ کار مقرر ہے۔کہیں بھی قتل کا ذکر نہیں ایسی احادیث جن میں حضور ﷺ کی خاموشی کا ذکر ہے بعد میں ان کی صراحت بھی لعان کے طریقہ کار کی بدولت واضح ہوگئی۔

۴۔ مختلف اسلامی مما لک میں ایسے تردد کی پالیسی اپنائی گئی ہے جن میں اردن،شام اور مراکش وغیرہ شامل ہیں اب مسلم مما لک میں سزا کا قانون سامنے آیا ہے جیسا کہ ترکی اور پاکستان میں۔ایران اور مصر میں ایسا قتل اب جائز تصور نہیں ہوتا۔

۵۔ جہاں تک بحرالرائق ،فتاوی شامی اور فتاوی عالمگیری میں موجود فتاوی کا تعلق ہے جن کی بنیاد پر پاکستانی مفتی صاحبان کے فتاوی جاری کیے گئے ہیں ان میں عین حالتِ زنا میں ملوث ہونا مراد ہیں اور وہ تمام Precautionary measures کے بعد قتل کی اجازت دی گئی ہے اس بات کا اظہار کیا گیا ہے کہ پہلے شور شرابہ سے ایسے معاملات سے دوری اختیار کی جائے۔

٦۔ کاروکاری عام طور پر شکوک وشبہات کی بناء پر قتل غیرت کے نام پر سامنے آتی ہے جس کی کسی شکل میں اجازت نہیں ہے۔

۷۔ برٹش قوانین کے تحت کاروکاری رسوم کے خاتمے کیلئے قوانین بنائے گئے ہیں تاہم چند مقامات پر اِن قوانین پر عمل درآمد سے سستی کا اظہار کیا گیا ہے۔

۸۔ موجودہ حالات میں پاکستان میں واضح قانون سامنے آچکا ہے غیرت کے نام پر قتل کی کوئی قانونی سزا نہیں۔

۹۔ کاروکاری ٹرائیبل روایت ہونے کی وجہ سے اپنے اندر گہری کلچرل جڑیں رکھتی ہے اس کی آبیاری یقیناً جاگیرداری اور سرداری نظام کی مرہون منت ہے۔

۱۰۔ حکومتی مشینری ایسے کئی کیسز میں گرفتاری اور سزا دِلوانے میں لیت ولعل سے کام لیتی رہی ہے، تاہم کئی کیسز میں گورنمنٹ کی مشینری حرکت میں بھی آتی ہے۔اور کئی لوگ گرفتاری اور پھر سزا پانے کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

سفارش کیجاتی ہے کہ حکومت پاکستان اس فعل کے مرتکب افراد کو بالکل معاف نہ کرے۔جیسا کہ سورۂ نور کی آیات میں کہا گیا ہے کہ زنا کی سزا لاگو کرتے ہوئے تمہیں کوئی رحم آڑے نہ آئے۔اسی طرح قتل غیرت کے مجرم کی سزا پر بھی ایسا ہی عمل ہونا چاہیے۔

اس رسم بد کو ختم کرنے کے لئے غربت اور جہالت کا خاتمہ ضروری ہے۔اسلامی تعلیمات جن میں مرد وزن کی مساوات کا تصور ،عورت کے احترام اور حقوق کا تصور،اور اس قسم کی دوسری اخلاقی تعلیمات پر زور دینا ہوگا۔اسلام اور ملکی قانون میں غیرت کے نام پر قتل،ونی اور ولور جیسی بیماریوں کی کوئی جگہ نہیں۔

# حوالہ جات

(۱) سندھی اردو لغت، سندھی اردو ادب بورڈ، (۱۹۸۰ء)، ص:۱۷۴

(2)Rabia Ali,(2001)The Dark side of 'Honour' Shirkat Gah, Women's Lahore, Resource Centre,P.O.Box.5192,P.۴

(۳) کتاب مقدس، عہدنامہ قدیم (۱۹۹۳ء)۔ استثناء: ۵، ۲۱/۲۲، لاہور، بائبل سوسائٹی

(۴) مودودی، سید ابوالاعلیٰ، (۱۹۹۱ء)۔ تفہیم القرآن، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، ج:۳، ص:۳۲۱

(5) www.wikipedia.org

(6) ibid

(7) National Geographic new,Feb.12,2002
www.papillonsartpalace.com

(8)www.wikipedia.org

(۹) انٹرویو: محمد سلیم ملک، مؤرخہ: یکم، مارچ.۲۰۰۶ء

(۱۰) گوندل، حامد مختار، سیمینار جرائم کی شرح میں اضافہ، وجوہات کیا ہیں، روزنامہ جنگ ملتان، مؤرخہ: ۳ نومبر، ۲۰۰۳ء

(۱۱) انٹرویو: محمد علی خان کھوسہ۔ ایڈووکیٹ، مؤرخہ: ۲۲ مارچ ۲۰۰۶ء

(۱۲) بٹ، عبدالجبار، (۱۹۹۱ء)۔ رسم ورواج، لاہور، علم وعرفان پبلیشرز، ص:۳۱۵

(13) Shah,H.Q.(1998)Reflection on the Law of Qisas and Diyat, Lahore, Shirkat Ghah,P.142

(14) Neshay Najam,Honour Killing in Pakistan www.newsline.com.pk

(15) Hassan,Y.The Heaven becomes Hell; H,A study of Domestic Violence Lahore,in Pakistan, Shirkat gah, P.82

(۱۶) انٹرویو: بزداد، عتیق الرحمٰن، ایڈووکیٹ، مورخہ: ۱۳۱۱ کتوبر ۲۰۰۵ء

(۱۷) روزنامہ جنگ ملتان، مؤرخہ: ۲۰ جنوری، ۲۰۰۳ء

(۱۸) انٹرویو: سیلاتانی، حسین بخش مزاری، کونسلر، یونین کونسل روجھان، مؤرخہ: ۱۲ مارچ ۲۰۰۶ء

(۱۹) انٹرویو: کھیتر ان، عبداللطیف، بستی ڈیکہ ضلع بارکھان، مؤرخہ: ۱۳ مئی ۲۰۰۵ء

(۲۰) طارق سعید، غیرت کے نام پر قتل، ایک معاشرتی المیہ، روزنامہ جنگ ملتان، مؤرخہ: ۳ نومبر، ۲۰۰۳ء

(۲۱) رابرٹ، این پیرسن، (س۔ن)۔مری بلوچ کلچر، مترجم ریاض صدیقی، کوئٹہ، مکتبہ النساء، ص:۱۳۸

(۲۲) حکیم چند، منشی، (س۔ن) تواریخ ضلع ڈیرہ غازی خان، کراچی، انڈس پبلیکیشنز، ص:۱۵۵

(۲۳) ہمدانی، رضا، (۱۹۸۲ء)۔پٹھانوں کے رسم ورواج، اسلام آباد، لوک ورثہ، ص:۵۲

(۲۴) ایضاً

(۲۵) انٹرویو: قیصرانی، ذوالفقار علی۔ڈی جی خان، مؤرخہ:۲۲مارچ ۲۰۰۵ء

(۲۶) انٹرویو: گورچانی، پرویز خان، مؤرخہ:۱۹مارچ ۲۰۰۶ء

(۲۷) ایضاً

(۲۸) لغاری، رواج تمن، پہاڑی، ص:۸

(۲۹) ایضا، ص:۱۲۶

(۳۰) حسن اللغات (فارسی، اردو) (س۔ن)۔لاہور، اورینٹیل بک سوسائٹی، ص:۲۶۱

(۳۱) ہمدانی، رضا، پٹھانوں کے رسم ورواج، ص:۴۲

(۳۲) محمد اشرف، (۲۰۰۱ء)۔قتل کرنا غیرت نہیں، کوئٹہ، ادارہ تدریس، ص:۵۱

(۳۳) انٹرویو: بگٹی، میر غلام قادر، سردار قبیلہ مسعودی، مؤرخہ:۱۲اپریل ۲۰۰۶ء

(۳۴) انٹرویو: قیصرانی، ذوالفقار علی۔ڈی جی خان، مؤرخہ:۲۲مارچ ۲۰۰۵ء

(۳۵) شیر، قانع علی، (۲۰۰۲ء)۔تحفۃ الکرام، مترجم اختر رضوی، جامشورو، سندھی ادب بورڈ، ص:۵

(۳۶) انٹرویو: کھوسہ، محمد علی خان، مؤرخہ:۶مارچ ۲۰۰۶ء

(۳۷) ایف۔آئی۔آر نمبر ۹۸۰۳، تھانہ روجھان، مؤرخہ:۱۳اکتوبر ۲۰۰۳ء

(۳۸) ہمدانی، رضا، پٹھانوں کے رسم ورواج، ص:۴۲

(۳۹) گشکوری، ارشاد احمد، سینکڑوں خواتین کاروکاری کی بھینٹ چڑھ گئیں، روزنامہ جھنگ ملتان مؤرخہ:۳۰دسمبر ۲۰۰۳ء

(۴۰) مودودی، سیّد ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ج:۳، ص:۳۲۱

(۴۱) انٹرویو: سید بہار احمد شاہ، DSP ضلع راجن پور، مؤرخہ:۲۲نومبر ۲۰۰۵ء

(۴۲) القرآن، ۲۴:۶

(۴۳) القرآن، ۴۲:۶

(۴۴) القزوینی، محمد بن یزید بن ماجہ، (س۔ن)۔السنن، ابواب الحدود، کراچی، میر محمد کتب خانہ، ص:۱۸۷

(۴۵) خبریں سنڈے میگزین، ۱۴مارچ ۲۰۰۲ء، ص:۱۰

(۴۶) القرآن،۲۴:۴

(۴۷) القرآن،۲:۲۸۳

(۴۸) سجستانی،ابوداؤدسلیمان بن اشعث ،(س۔ن)۔السنن،کتاب النکاح،کراچی،نورمحمد کارخانہ تجارت کتب،ج:۱،ص:۲۹۶

(۴۹) القرآن،۵:۳۲

(۵۰) انٹرویو:کھوسہ،غلام حسین دفعہ دار،مؤرخہ:۶ مارچ۲۰۰۶ء

(۵۱) ترمذی،ابوعیسی محمد بن عیسی،(س۔ن)۔الجامع،ابواب الحدود،کراچی،نورمحمد کتب خانہ، ج:۲،ص:۲۹۷

(۵۲) القرآن،۴۹:۶

(۵۳) القرآن،۶:۱۵۱

☆☆☆☆☆☆☆

## مصادرومراجع


(۱)القرآن

(۲)بٹ،عبدالجبار،(۱۹۹۱ء)رسم ورواج،لاہور،علم وعرفان پبلی کیشنز

(۳)ترمذی،ابوعیسی محمد بن عیسی،(س۔ن)الجامع،ابواب الحدود،کراچی،نورمحمد کتب خانہ

(۴)حکیم چند،منشی،(۱۹۹۲ء)تواریخ ضلع ڈیرہ غازی خان،کراچی،انڈس پبلی کیشنز

(۵)حسن اللغات(فارسی،اردو)(س۔ن)،لاہور،اورینٹیل بک سوسائٹی

(۶)رابرٹ،این پیرسن،(س۔ن)مری بلوچ کلچر،مترجم ریاض صدیقی،کوئٹہ،مکتبہ النساء

(۷)رواج تمن لغاری،پہاڑی،(س۔ن)،ڈی جی خان،سندھ پریس

(۸)سجستانی،ابوداؤدسلیمان بن اشعث،(س۔ن)السنن،کتاب النکاح،کراچی،نورمحمد کارخانہ تجارت کتب

(۹)سندھی اردولغت،(۱۹۸۰ء)جامشورو،سندھی اردوادب بورڈ

(۱۰)شیر،قانع علی،(۲۰۰۲ء)تحفۃ الکرام،مترجم اختر رضوی،جامشورو،سندھی ادب بورڈ

(۱۱)القزوینی،ابن ماجہ،محمد بن یزید،(س۔ن)السنن،ابواب الحدود،کراچی،میرمحمد کتب خانہ

(۱۲)کتاب مقدس،عہدنامہ قدیم(۱۹۹۳ء)۔استثناء،انارکلی لاہور،بائبل سوسائٹی

(۱۳)محمد اشرف،(۲۰۰۱ء)قتل کرنا غیرت نہیں،کوئٹہ،ادارہ تدریس

(۱۴)مودودی،سیّدابوالاعلیٰ،(۱۹۹۱ء)تفہیم القرآن،لاہور،ادارہ ترجمان القرآن

(۱۵)ہمدانی،رضا،(۱۹۸۲ء)پٹھانوں کے رسم ورواج،اسلام آباد،لوک ورثہ

# English Books

(16) Hassan,Y.The Heaven becomes Hell; H,A study of Domestic Violence in Pakistan,Lahore، Shirkat gah

(17) National Geographic new,Feb.12, 2002

(18) Rabia Ali,(2001)The Dark side of 'Honour' Shirkat Gah, Women's

(19) Resource Centre,P.O.Box.2915,Lahore

(20)Shah,H.Q.(1998) Reflection on the Law of Qisas and Diyat, Lahore, Shirkat Ghah

# انٹرویوز

(۲۱)انٹرویو: بزداد،عتیق الرحمٰن ،ایڈووکیٹ،مؤرخہ: ۱۳اکتوبر۲۰۰۵ء

(۲۲)انٹرویو:بگٹی ،میر غلام قادر، سردار قبیلہ مسعودی،مؤرخہ: ۲ اپریل۲۰۰۶ء

(۲۳)انٹرویو:سید بہاراحمد شاہ،DSPضلع راجن پور،مؤرخہ: ۲۲نومبر۲۰۰۵ء

(۲۴)انٹرویو: سیلاتانی، حسین بخش مزاری،کونسلر، یونین کونسل روجھان،مؤرخہ: ۲۱مارچ۲۰۰۶ء

(۲۵)انٹرویو: قیصرانی، ذوالفقار علی ۔ڈی جی خان،مؤرخہ: ۲۲مارچ۲۰۰۵ء

(۲۶)انٹرویو: کھوسہ،محمد علی خان ۔ایڈووکیٹ،مورخہ: ۲۲مارچ۲۰۰۶ء

(۲۷)انٹرویو: کھیتران، عبداللطیف، بستی ڈیکہ ضلع بارکھان،مؤرخہ: ۱۳مئی۲۰۰۵ء

(۲۸)انٹرویو: کھوسہ،غلام حسین دفعہ دار،مؤرخہ: ۶مارچ۲۰۰۶ء

(۲۹)انٹرویو: کھوسہ،محمد علی خان،مؤرخہ: ۶مارچ۲۰۰۶ء

(۳۰)انٹرویو: گورچانی، پرویز خان،مؤرخہ: ۱۹مارچ۲۰۰۶ء

(۳۱)انٹرویو: محمد سلیم ملک،مؤرخہ: یکم مارچ ۲۰۰۶ء

# اخبارات

(۳۲)خبریں سنڈے میگزین،مؤرخہ: ۱۴ مارچ۲۰۰۴ء

(۳۳) طارق سعید، غیرت کے نام پر قتل، ایک معاشرتی المیہ، روزنامہ جنگ ملتان،مؤرخہ: ۳نومبر،۲۰۰۳ء

(۳۴) گشکوری، ارشاد احمد، سینکڑوں خواتین کاروکاری کی بھینٹ چڑھ گئیں، روزنامہ جھنگ ملتان مؤرخہ: ۳۰ دسمبر، ۲۰۰۳ء

(۳۵) گوندل، حامد مختار، سیمینار جرائم کی شرح میں اضافہ، وجوہات کیا ہیں، روزنامہ جنگ ملتان، مؤرخہ: ۳ نومبر، ۲۰۰۳ء

(۳۶) ایف۔آئی۔آر نمبر ۹۸۰۳، تھانہ روجھان، مؤرخہ: ۱۳ ااکتوبر ۲۰۰۳ء

# Websites

(37) www.papillonsartpalace.com

(38) www.wikipedia.org

(39) www.newsline.com.pk

(40 )Neshay Najam,Honour Killing in Pakistan www.newsline.com.pk

# أثر الخوف فى أحكام الإجارة

☆ الدكتور غلام محمد قمر

بسم الله الرحمن الرحيم


## Abstract

The research paper deals with the consequences of fear in commandments as on ijara (rent). Fear is innate characteristic of humans with which Allah created the children of Adam. Though fear is an inward state, it leaves impact on the body. The likelihood of the occurrence of an undesirable event, at present or in future, is called khawf - translated into English as "fear". Khawf is divided into three types. Obligatory fear: it is the fear of Almighty God which requires of human to heed His injunctions and avoid wilful acts of disobedience to His commands. Unlawful fear: it is the fear of humans which leads one to miss obligations and fall into unlawful activities. This type of fear is not an innate characteristic. Permissible fear: It is the fear of animate beings - for example, lions, snakes and scorpions - and inanimate objects - for example, fire, bullets and stampede. Ijara (borrowing) carries great significance in that one always stands in need of things which other fellow human being possess; no one can amass so umpteen numbers of things as to dispense with what others own. As many individuals do not have their own accommodation, they have to live in rented property. The upcoming research spells out the legality of rent, its sine qua non and components. Plus the paper discusses how fear may have an impact on ijara (rent). Also, it takes an account of loss, pain as temptation and trial, dissension and chaos.


**Key Words:** khawf (fear),obligatry fear, unlawful fear, permissable fear,ijara borrowing

الحمد لله الذى بنعمته تتم الصالحات، والصلاة والسلام على المبعوث بالآيات البينات،

فإن الشريعة الإسلامية خاتمة للشرائع، وافية بجميع الأحكام المتعلقة بكل أعمال العباد،

---

☆ قسم الدراسات الإسلامية بكلية اللغات والترجمة، جامعة الأزهر، قاهره، مصر

وصالحة لكل زمان ومكان،محيطة بجميع جوانب الحياة خوفها وامنها، سلمها وحربها، والمقصد الاسمى هوجلب المصالح ودفع الاذى عنهم، إن الخوف طبيعة من طبائع الإنسان التى فطر اللّٰه الإنسان عليها، وللخوف آثار ومظاهر على أعضاء الخائف كارتعاش الجسم وخفقان القلب، كما يؤثر الخوف فى تصرفاته حتى إنه ليفعل الأمر دون رغبة فيه أو يمنع عنه مع حبه له، وسوف ندرس الخوف من الناحية الفقهية، هل للخوف تاثير فى الأحكام الفقهية ؟ وسوف يكون بحثى هدا مقصوراًعلى احكام الاجارة فقط.

إن للخوف أثرا كبيرا فى الأحكام الفقهية حتى أنه ليجيز الممنوع ويبيح المحرم وفق قواعد الشرع, و ذلك يتضح بتتبع مسائل الخوف فى كتب الفقه الاسلامى، من هنا اخترت الموضوع التالى للدراسة "اثر الخوف فى أحكام الاجارة" ولما كان الموضوع متعلقا بأثر الخوف فى البيع ,فيجب علىّ أن اسلط الضوء على ماهية الخوف وانواعه،حتى نوضح تاثيره فى احكام الإجارة، وإليك بيانها:

ماهية الخوف لغة واصطلاحاً

والخوف فى اللغة مأخوذ من خاف يخاف خوفاً ومخافة وخيفة وخاوفه يخوفه: إذا غلبه الخوف أى كان أشد خوفاً منه، وهو ضد الأمن، وخوّفه أخافه إذا صيره بحال يخافه الناس، وتخوفت عليه أى خفت، تخوفه أى تنقصه والإخافة التخويف، يقال: وجهٌ مخيفٌ أى يخيف من رآه. ويقال طريق مخوف لأنه لا يخيف وإنما يخيف فيه قاطع الطريق- والخيفة: هى الحالة التى عليها الإنسان من الخوف ، والتخوف ظهور الخوف من الإنسان كما يطلق الخوف ويراد به القتل.(١)

ومنه قوله تعالى:وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ (٢)

وأيضاً يطلق الخوف ويراد به القتال (٣) كما فى قوله تعالى: فَاِذَا جَآءَ الۡخَوۡفُ رَاَیۡتَهُمۡ یَنۡظُرُوۡنَ اِلَیۡکَ تَدُوۡرُ اَعۡیُنُهُمۡ کَالَّذِیۡ یُغۡشٰی عَلَیۡهِ مِنَ الۡمَوۡتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الۡخَوۡفُ سَلَقُوۡکُمۡ بِاَلۡسِنَةٍ حِدَادٍ (٤) كما يطلق على العلم كما فى قوله تعالى: وَاِنِ امۡرَاَةٌ خَافَتۡ مِنۡۢ بَعۡلِهَا نُشُوۡزًا . (٥) وهناك ألفاظ أخرى مرادفة للخوف وتفيد معناه كالخشية والوجل والرهبة والروع والفزع وكلها جاء ت فى القرآن الكريم وفى كلام العرب ولكن لفظ الخوف أعم وأشمل .فالخوف إذا ضد الأمن ومنه سميت الصلاة حال الحرب وملاقاة العدو: صلاة الخوف.

## الخوف اصطلاحاً

للخوف عند العلماء تعريفات متعددة منها :

عرفه الجرجانی بأنه: ”توقع حلول مكروه أو فوات محبوب.“ (۷)

وعرّفه صاحب معجم الوسيط بأنه انفعال النفس يحدث لتوقع ما يرد من المكروه أو بفوت من المحبوب.(۸)

وعرفه الاصفهانی بأنه توقع مكروه عن أمارة مظنونة أو معلومة.(۹)

وعرفه الإمام الغزالی بأنه: تألُّم القلب واحتراقُه بسبب توقع مكروه فی الاستقبال. (۱۰) والخوف عند علماء النفس: سلوك يتميز بصيغة أی صفة انفعالية غير سارة ويصحبه نشاط فی بعض أجزاء الجسم وردود فعل حركية وأوضاع مختلفة كالاهتزاز والتذلل والهروب وهو يفترق عن الرهبة أو خوف المرض الذی يدل علی مخاوف ملحة وغير معقولة. (۱۱)

وبالنظر فی التعريفات المذكورة آنفا يتضح لنا اتفاقها فی أن الخوف ينتج عن توقع أمر يعود بالضرر ولهذا قصر الإمام الغزالی الخوف علی ما يحصل نتيجة توقع مكروه فی المستقبل .

والحقيقة أن الخوف لا يقتصر علی ما يحصل مستقبلاً وإنما يتناول أيضاً ما يحدث فی الحال كما ذكر الزيلعی فی تبيين الحقائق: بأنه لا فرق فی ذلك بين أن يخافه فی الحال أو فی ثانی الحال (المآل ) . (۱۲)

ومن هنا فإننی أستطيع أن أقول: أن الخوف هو التأثر الناتج فی القلب من حدوث مكروه فی الحال أو من توقع حدوثه فی الاستقبال (أو المآل ).

## أنواع الخوف

ذكرت فی البداية أن الخوف طبيعة من طبائع الإنسان التی فطرهاللّٰہ عليها، ولا تخلو حياة إنسان من حدوث بعض المواقف التی تخيفه والتی يخشی من نتائجها علی نفسه أو ماله أو عياله فی الحال والاستقبال .

قال الإمام الغزالی: تزداد درجة الخوف وتنقص حسب قوة العلم بالأسباب المفضية إليه فمن جنی علی ظالم مشهور ببطشه وبلغ الخوف به مبلغاً كبيراً إن وقع فی يد ذلك الظالم خاصة إذا كان الخائف خالياً من كل وسيلة تمحو أثر جنايته.وقد يكون الخوف ليس سببه جناية قارفها الخائف بل عن صفة المخوف كالذی وقع فی مخالب فإنه يخاف السبع وهی حرصه وسطوته علی

الافتراس غالباً. وقد يكون الخوف صفة جبلية للمخوف منه كخوف من وقع فى مجرى سيل أو جوار حريق إذ أن الماء يخاف لإغراق من وقع فيه من لا يحسن السباحة وهذا يبين لنا أن الماء بطبعه مجبول على السيلان والإغراق وكذا النار على الإحراق (١٣) وإن كان المؤثر هو اللّٰه تعالى، والخوف من اللّٰه سبحانه وتعالى لا يراد به ما يخطر بالبال من الرعب كإشعار الخوف من الأسد بل إنما يراد به الكف عن المعاصى واختبارات الطاعة ولذلک قيل لا يعد خائفاً من لم يكن للذنوب تاركاً والمقصود من التخويف من اللّٰه تعالى الحث على التحرز من الوقوع فى المعصية (١٤) يدل على ذلک قوله تعالى: ذٰلِکَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ط يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْن.(١٥)

وأما الخوف من غير اللّٰه تعالى فهو فى الأصل منهى عنه عملاً بقوله تعالى: فَلاَ تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْن (١٦)وقوله تعالى: وَتَخْشَى النَّاسَ ج وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ ط (١٧) ولكن قد يكون الخوف من غير اللّٰه تعالى مأموراً به بل واجباً من الواجبات كما أمرنا بالفرار من أرض الوباء أو بالفرار من الأسد .

وهناک فرق كبير بين الخوف من غير اللّٰه تعالى المحرم وبين الخوف من غير اللّٰه تعالى غير المحرم وهذا مأ أشار له الإمام القرافى وبينه فى كتابه الفروق: الفرق الخامس والستون والمائتان بين قاعدة الخوف من غير اللّٰه تعالى المحرم وقاعدة الخوف من غير اللّٰه تعالى الذى لا يحرم ) يدل عليه قوله تعالى: وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللّٰه (١٨) وقوله تعالى : فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ.(١٩) وقوله تعالى: وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ. (٢٠)

ونحو ذلک من النصوص المانعة من خوف غير اللّٰه تعالى وهو المستفيض على ألسنة الجمهور حيث إنها محمولة على خوف غير اللّٰه تعالى المانع من فعل واجب أو ترک محرم أو خوف مما لم تجر العادة بأنه سبب للخوف كمن يتطير بما لا يخاف منه عادة كالعبور بين الغنم يخاف لذلک أن لا تقضى حاجته بهذا السبب فهذا كله خوف حرام. (٢١)

وقد يكون الخوف من غير اللّٰه تعالى غير محرم كالخوف من الأسود والحيات والعقارب والظلمة وكالخوف من أرض الوباء ومن المجذوم على أجسامنا من الأمراض والأسقام صونا للنفس والأجسام والمنافع والأعضاء والأموال والأعراض من الأسباب المفسدة حيث يجب الخوف عملاً بقوله تعالى: وَلَا تُلْقُوْا بِأَيْدِيْكُمْ إِلٰى التَّهْلُكَةِ. (٢٢)وقوله صلى اللّٰه عليه وآله وسلم: فر من المجذوم كما تفر من الأسد. (٢٣)

وعلى هذه القواعد يقاس ما يحرم من الخوف من غير اللّٰه تعالى وما لا يحرم وحيث تكون الخشية من الخلق محرمة وحيث لا تكون. (٢٤)

ومن هنا يتبين لنا أن للخوف ثلاثة أنواع:

1. خوف واجب: وهو الخوف من اللّٰه تعالى الذى يحث على طاعته ويمنع عن معصيته ، كالخوف من إلحاق الضرر بالنفس والمال والعرض والنسب .

٢. خوف محرم : وهو الخوف من غير اللّٰه تعالى والذى يؤدى إلى ترك الواجبات وفعل المحرمات وهو الخوف مما لم تجر العادة بأنه سبب للخوف.

٣. خوف مباح: وهو الخوف مما جرت العادة الثابتة بأنه يخيف ، كالأسود والحيّات والعقارب. (٢٥)

منهجى فى البحث:

اولا: تقسيم الموضوع الى مباحث ومطالب

ثانيا: بيان الحكم الشرعى فى المسألة قبل حصول الخوف ثم بيان اثر الخوف فى حكم تلك المسألة.

ثالثا: بيان اقوال الفقهاء فى المسألة .

رابعا: الاكتفاء فى ذكر الادلة بالمشهور منها.

خامسا: الترجيح بين الآراء والاقوال حسبما يتضح لى من قوة الأدلة وموافقة الرأى. وذلك على النحو التالى.

## أثر الخوف فى أحكام الإجارة

وفيه ثلاثة مطالب :

المطلب الأول: تعريف الإجارة ومشروعيتها وأركانها وشروطهاوفيه ثلاثة فروع:

الفرع الأول: تعريف الإجارة لغة، الإجارة مأخوذة من فعل الأجر، أجر يؤجر أجرا وهو الثواب ، والأجر الجزاء على العمل. (٢٦)

اصطلاحاً: الإجارة عقدٌ على منفعةٍ بعوض هو مال (٢٧)وهذا عند الحنفية .

وعرَّفها المالكية بقولهم: هى تمليك منافع شيءٍ مباحةٍ مدةً معلومةً بعوضٍ.(٢٨)

وأما الشافعية فقالوا: إنها عقد على منفعة مقصودة معلومة مباح قابلة للبذل والإباحة بعوض

معلوم.(۲۹) وخرج من تعريف البيع لأنه عقد على الأعيان، والعارية لأنها عقد على منفعة دونما عوض.

## الفرع الثاني: مشروعية الإجارة

لقد أجمع الفقهاء على جواز الإجارة التى ثبتت مشروعيتها بالكتاب والسنة والاجماع والمعقول.(۳۰)

أما الكتاب فقوله تعالى : فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ. (۳۱)

وقوله عزوجل حاكياً قول إحدى ابنتى شعيب عليه السلام: قَالَتْ إِحْدَاهُمَا يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ .قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَى أَن تَأْجُرَنِي ثَمَانِيَ حِجَجٍ فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْراً فَمِنْ عِندِكَ. (۲۳)

أماالسنة فمارواه ابن عمر من قوله ﷺ: أعطوا الأجير أجره قبل أن يجف عرقه.(۳۳)

وما رواه أبو هريرة رضى الله عنه عن النَّبى ﷺ أنه قال: قال الله تعالى : ثلاثة أنا خصمهم يوم القيامة: رجل أعطى بى ثم غدر، ورجل باع حُرا فأكل ثمنه ، ورجل استأجر أجيراً فاستوفى منه ولم يعطه أجره. (۳٤)

أما الإجماع فقد أجمع أهل العلم فى كل عصر على جواز الإجارة، وقد حصل التعامل به من عصر سيدنا رسول الله صلى الله تعالى عليه واله وسلم دونما نكير فدل على إجماعه ولم ينقل عن أحد ممن يعتد بخلافه خلاف ذلك .

والمعقول:هوإجارة عقود متفرقة يتجدد انعقادها بحسب ما يحدث من المنفعة ، وإنما يفعل كذلك لحاجة النَّاس، فالفقير محتاج إلى مال الغنى والغنى محتاج إلى عمل الفقير، وحاجة النَّاس أصل فى شرع العقود فيُشرع على وجه ترتفع به الحاجة (۳٦) إذ كل إنسان لا يقدر على عقار يسكنه ولا على حيوان يركبه ولا على صنعة يعملها وأرباب ذلك لا يبذلونه مجانا فجوزت طلباً للرفق. (۳۷)

## الفرع الثالث :أركان الإجارة وشروطها

للإجارة ركنان عند الحنفية: وهما الإيجاب والقبول وذلك بلفظ الإجارة والاستئجار والإكراء والاكتراء أو كأجرت واكتريت. ( ۳۸) وعند الجمهور أربعة (۳۹) العاقدان والمؤجر والمستأجر.

الصيغة: الإيجاب والقبول .

المعقود عليه: وهو محل عقد الإجارة ويختلف الفقهاء فى تحديده .

الأجرة: وهى ما يدفعه رب العمل للمستأجر مقابل العمل أو المنفعة .

شروط الإجارة

فقد اشترط الفقهاء فى المنفعة شرطاً يلزم توفرها ليكون العقد صحيحاً ( ٤٠ ) ومن هذه الشروط ما يلى:

الشرط الأول: أن تكون المنافع مقدورة التسليم: اتفق جمهور الفقهاء على أن المنافع فى عقد الإجارة يجب أن تكون مقدورة التسليم: فما لا يقدر المؤجر على تسليمه من المنافع حساً وشرعاً لا يجوز العقد عليه.

الشرط الثانى : أن لا يترتب على استيفاء المنفعة استهلاك العين، لأن العقد إنما تم على المنفعة لا على العين، وعليه فلا يجوز استئجار الشمع للاستضاء ة به ولا الصابون للاغتسال به لذهاب عين المنفعة .

الشرط الثالث: أن تكون لها قيمة مالية وذلك ليأتى بذل الأجرة فى مقابلها.

الشرط الرابع: أن تكون المنفعة مباحة فى غير حالة الضرورة ولا يؤدى استيفاؤها إلى محرم؛ لأن ما لايباح الانتفا ع به لا يصح استئجاره كالاستئجار للرقص أو للزنى أو لسقى الخمر.

الشرط الخامس: أن تكون المنفعة معلومة، اشترط أن تكون معلومة علماً يمنع المنازعة ويرفع الخلاف، هذه هى أهم الشروط التى اشترطها الفقهاء فى المنفعة لكى يكون عقد الإجارة صحيحا.

وتكاد المذاهب الفقهية الأربعة تتفق فى هذه الشروط من حيث المعنى وإن اختلفت فى العبارة وبعض التفاصيل. (٤١)

المطلب الثانى: حكم الإجارة عند خوف حصول الضرر أو الأذى، الإسلام دين السماحة والتيسير، ودفع الضرر عن أتباعه قاعدة من القواعد التى بنيت عليها أحكامه، ولهذا فإن الإسلام لا يؤيد أى تصرف يلحق الضرر بأحد المسلمين بغير حق ، وبتوفيق اللّٰه تعالى سأبين بعض المسائل لكى تتضح تلك الحقيقة من خلال الفروع الآتية :

الفرع الأول: فسخ عقد الإجارة عند خوف حصول الضرر على أحد العاقدين.

إن عـقـد الإجـارة واحد من العقود اللازمة بين المتعاقدين ليس لواحد منهماحق فسخها كالبيع وذلك لأنهـا نـوع مـن البيـع، وبهذا قال جمهور الفقهاء. (٤٢) ولـكـن قـد يحصل أن يفسخ عقد الإجارة وذلك فيما إذا حصل فيه الضرر أو حدث خوف عام ونحوه.

فعـنـد الـحـنـفية يـجوز للمستأجر فسخ الإجارة لعذر فى نفسه لأن الحاجة تدعو إلى الفسخ عند العذر.(٤٣)

قـال ابـن عـابـدين كل عذر لا يمكن معه استيفاء المعقود عليه إلا بضرر يلحقه فى نفسه أو ماله يثبت له حق الفسخ. (٤٤)

وجـاء فـى الـمبسـوط: قـد يـفسـخ عـقد الإجارة بعذر، فإذا تحقق الضرر فى إيفاء العقد يكون ذلك عذراً فى الفسخ. (٤٥)

جاء فى المغنى لابن قدامة أثناء سياقه للحالات التى يفسخ فيها عقد الإجارة: " القسم الخامس إن حـدث خـوف عـام يـمـنـع مـن سكنى ذلك المكان الذى فيه العين المستأجرة أو تحصر البلد فيمنع الخروج إلى الأرض المستأجرة للزرع ونـحـو ذلك، فـهذا يثبت للمستأجر خيـار الفسخ لأنـه أمـــر غـــالـب مـنـع المستأجر استيفاء المنفعة فأثبت الخيار كغصب العين، ولو استأجر دابة ليركبها، أو يحمل عليها إلى مكان معين فانقطعت الطريق إليه لخوف حادث فله خيار الفسخ، فأما إن كـان الـخـوف خـاصـاً بالمستأجر مثل أن يخاف وحده لقرب أعدائه من الموضع المستأجر، أو حـلـولهـم فـى طـريـقه، لم يملك الفسخ لأنه عذر يختص به لا يمنع استفاء المنفعة بالكلية فأشبه مـرضه وكذلك أو حبس أو مرض أو ضاعت نفقته أو تلف متاعه لم يملك فسخ الإجارة لذلك لأنـه تـرك استبـقـاء الـمـنافع لمعنى من جهته، فلم يمنع ذلك وجوب أجرها عليه كما لو تركها اختياراً." (٤٦)

## الفرع الثاني: استئجار الكافر للمسلم

لـقـد كـرم الـلّـه تـعـالى عباده المؤمنين فرفع درجاتهم وأعلى شأنهم، ولم يجعل لغيرهم عليهم سبيلاً، قال اللّٰه تعالى: وَلَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِيْنَ عَلٰى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلاً. (٤٧)

ولهـذا لا يـجيـز الإسـلام أى التزام يؤدى إلى إذلال الكافر للمسلم وإلحاق الضرر والأذى به، فـلـو أجر المسلم نفسه من كافر أو أجر السيد عبده المسلم من كافر فما حكم هذا العقد ؟ اختلف الفقهاء فى هذه القضية حيث إن عقد الإجارة فى هذه الصورة لا يخلو من حالتين :

**الحالة الأولى : الخوف من إذلال المسلم**

كـأن يكون مقتضى عقد الأجارة خدمة الأجير المسلم للمستأجر الكافر ففى حكم هذا العقد للفقهاء رأيان:

**الرأى الأول** :جـواز هـذا العقد وهو قول الحنفية ( ٤٨ ) وجـمهور الشافعية ( ٤٩ )، لأن هذا من عقود المعاوضات فملكه المسلم والكافر جميعاً .

ومـن أدلتهـم: ما رواه ابن عبَّاس رضى اللّٰه عنهما، قال: أصاب النَّبى ﷺ خصاصة فبلغ ذلـك عـليـاً ، فخرج يلتمس عملاً يصيب فيه شيئاً ليقيت به رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، فأتى بستاناً لـرجـل مـن اليهـود فـاسـتـقى له سبعة عشر دلواً كل دلو بتمرة فخيره اليهودى من تمرة سبع عشرة عجوة فجاء بها إلى نبى اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم. ( ٥٠ )

ومـنـه ما رواه سيدنا على بن أبى طالب رضى اللّٰه عنه: قال كنت أدلو الدلو بتمرة واشتر ط أنها جلدة .( ٥١ )

وجـه الاسـتـدلال مـنهما أن أمير المؤمنين سيدنا على بن أبى طالب رضى اللّٰه عنه قد أجر نفسه من اليهودى وأقره النَّبى صلى اللّٰه عليه وسلم على ذلـك وهذا دليل الجواز.

الـرأى الثانى : عـدم جـواز الـعقد وهو رأى المالكية ( ٥٢ ) والـحنابلة ( ٥٣ ) وبـعض الشافعية. ( ٥٤ )ومـن أدلتهـم قـولـه تـعـالـى: وَلَن يَجْعَلَ اللّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلاً .( ٥٥ ) واستـئجار الكافر للمسلم سبيل لحبس المسلم وإذلاله وأذيته .

المعقول: هو أن المسلم يأمن على دينه فى هذه الحال ، والفتنة فى الدين أبلغ الأذى.

الرأى الراجح: الرأى الذى أميل إليه وهو جواز هذا العقد إذا لم يتضمن إذلال المسلم وإلحاق الـضـرر بـه ولـكـن إذا كـان الخوف من حصول الإذلال للمسلم والضرر به غالباً فلا يجوز .الحالة الثانية: أن يكون العمل لعامة النَّاس.

أ -كـان يـكون مقتضى عقد الإجارة أداء عمل معين فى الذمة كخياطة ثوب أو قصارته أو نحو ذلـك فهـذا جائز بالإجماع. ومن أدلة ذلـك: قصة أمير المؤمنين على بن أبى طالب رضى اللّٰه عنه الآنفة الذكر حيث أجر نفسه من اليهودى وأقره النَّبى صلى اللّٰه عليه وسلم على ذلـك.

ب -أن مقتضى العقد لا يتضمن إذلال المسلم وإلحاق الضرر به لعدم كمال سيطرته عليه وقد يعمل له ذلـك العمل خارج بيته وهنا يجوز العقد لانتفاء المانع وهو حصول الإذلال والأذى.

**الفرع الثالث : استئجار الابن أحد والديه لخدمته**

لقد نص القرآن الكريم على وجوب احترام الوالدين وطاعتهما وخفض جناح الذل والبعد عن عقوقهما كما في قوله تعالى: وَقَضَى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُواْ إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلاَهُمَا فَلاَ تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلاَ تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلاً كَرِيماً وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيراً (٥٦) وهكذا دلت السنة النبوية الكريمة على هذا الأمر وحذرت من كل عمل يسخط الوالدين ما لم يعص اللّٰه سبحانه وتعالى .

واستئجار الابن لأبيه وأمه من أجل خدمته لا شك أنه خروج عن حدود التأدب مع الوالدين وذلك لما يترتب عليه من جرح كرامتهما وإهانتهما وفي ذلك أذية لهما، وإضرار بهما.

وأما حكم هذا العقد من حيث الجواز فهو محل خلاف بين الفقهاء رحمهم اللّٰه تعالى.

القول الأول لفقهاء الحنفية (٥٧) عدم جواز استئجار الابن أحد والديه لخدمته لأنه مأمور بتعظيمهما وفي الاستخدام استخفاف بالمستخدم فكان حراماً. (٥٨)

القول الثاني: جواز هذا العقد مطلقاً كالأجنبي تماماً وبهذا قال فقهاء الشافعية.

القول الثالث: جواز هذا العقد مع الكراهة لما في ذلك من إذلال الوالدين وبها قال فقهاء الحنابلة.(٥٩)

والقول الذي أميل إليه هو عدم الجواز لأن استخدامهما يتنافى مع الأمر بطاعتهما وخفض جناح الذل لها كما دلت الآية الكريمة: وَقَضَى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُواْ إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلاَهُمَا فَلاَ تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلاَ تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلاً كَرِيماً*وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيراً.(٦٠)

على هذا دلت السنة النبوية ولأن من الإحسان إليهما هو خدمتهما لا استخدامهما فاستخدامهما يتنافى مع الإحسان إليهما.

أما استئجار أحد والديه في عمل غير الخدمة كإدارة مصنع مثلا للولد وكتربية الأولاد بالنسبة للأم فهو جائز بشرط أن يكون محترماً مكرماً وموقراً.

الفرع الرابع: الإستئجار لعمل يؤذي المسلمين إن قواعد الشريعة الإسلامية لا تسمح لأحد من المسلمين أن يستأجر من يقوم له بعمل يؤدي إلى إلحاق الأذى بالمسلمين والضرر بهم سواء أكان الأجير مسلماً أم غير مسلم.

مـن ذلـك مثـلا: الاستـئـجـار لتهـريب المخدرات ، حيث إن بعض النَّاس من أغواهم الشيطان يـقـوم بـالـمتـاجـرة فى المخدرات المحرمة شرعاً وعقلاً ويستأجر لذلك بعض الأشخاص الذين يـقـومـون بتهـريبها وتوريدها لجهات معينة، أو يستأجر بعض الدور لتكون مقراً ومستودعاً لتلك السموم، ولا خلاف بين الفقهاء فى بطلان هذا العمل وبطلان الإجارة ( ٦١) نظراً لأن المخدرات قد ثبت ضررها فى الدين والأخلاق وتدمير صحة متعاطيها.(٦٢)

## المطلب الثالث: حكم الإجارة عند خوف الفتنة

مـن الـقواعد الفقهية المقررة فى الفقه الإسلامى: درأ المفاسد أولى من جلب المصالح (٦٣) وعـليـه فـكـل أمـر أو عـمـل يـقـصـد بـه تحقيق مصلحة، ولكن قد تترتب عليه مفسدة فإن الشرع لايـجـيـزه ، وعـلـيـه فـإن الإجـارة وإن كانت مشروعة فى أصلها إلا أنها قد تكون باطلة بل محرمة، وذلك إذا كانت الإجارة ستؤدى إلى مفسدة أو فتنة .

## الفرع الأول : استئجار المرأة الأجنبية للخدمة

المرأة المسلمة مأمورة بستر زينتها والابتعاد عن أماكن الفتنة لقوله تعالى: وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَـا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ.( ٦٤) وكذا الـمسلم مأمور بذلك حرصا على حماية المجتمع الإسلامى من الفساد الذى يترتب على اجتماع الذكر والأنثى الأجنبيين فى مكان يكون فيه الشيطان ثالثهما.

وقـد اتـفـق الـفقهاء على أنه لا يجوز لأجنبى أن يخلو بأجنبية مهما كانت الظروف إلا للضرورة والتى هـى مـقـدرة بقدرها وذلك عملاً بنصـوص القـرآن والسنـة، ولكن إذا استأجر رجل امرأة أجنبية لخدمته فقد اختلف الفقهاء فى حكم هذا العقد وفيه آراء تالية:

**أولاً:** عند الحنفية ( ٦٥) فـرق فـقهـاء الحنفية بين العازب وبين المتزوج ، فقالوا: إن للرجل أن يستـأجـر الـرجـل ولـلمرأة أن تستأجر المرأة، ويكره استخدام الرجل الأعزب المرأة الحرة ولو لم يـخـلُ بهـا، والـكـراهة عـنـدهم كراهة التحريم ، أما إذا كان متزوجاً فلا بأس من استئجار امرأة حرة للخدمة على أن لا يخلو بها.

**ثانيا:** عند المالكية: (٦٦) لا يـجوز استئجار الأعزب المرأة لتخدمة فى بيته مأموناً كان أو غيره ، فإن كان له أهل يسكنون معه جاز إن كان مأموناً وكانت المرأة المستأجرة لا أرب للرجال فيها أو كانت شابة ومستأجرها شيخ كبير فإن ذلك جائز.

**ثالثاً**: عند الشافعية: (٦٧) يحرم استئجار المرأة الأجنبية لأنه يؤدى إلى المعصية غالباً.

**رابعاً**: عند الحنابلة: يجوز استئجار المرأة الأجنبية بشرط عدم الخلوة بها ، وعدم النظر إليها (٦٨)

## الرأى الراجح

الراجح عندى من هذه الأراء هو الرأى القاتل بتحريم استئجار المرأة الأجنبية للأعزب حتى ولو كان مأموناً ، وذلك خوفا من الفتنة سداً للذريعة وبُعدا عن الاختلاط الذى هو سبب الفساد. ولكن يجوز أن يستأجرها الرجل المتزوج فى حال الحاجة الشديدة مع اشتراط على ألا يخلو بها ولا ينظر إلى شىء مما حرم عليه النظر إليه لا يؤدى إلى الفتنة دفعا للمفسدة وجلباً للمصلحة.

**الفرع الثانى**: استئجار السائقين والخدم الكفارلخدمة البيوت

لقد ابتلى المسلمون بفتنة استخدام الكفار والأجانب غير المسلمين لغرض خدمة البيوت أو قيادة السيارات. ومصدر الخطر فى ذلك عدم التقييد عند الاسقدام أو بعده بالضوابط الشرعية التى تكفل لهم بإذن اللّٰه السلامة من كل ما يضرهم فى دينهم ودنياهم . ومنهم من يختار الوسيم لقيادة سيارته التى تحمل محارمه، ومنهم من يختار الوسيمة الشابة لخدمة أبنائه المراهقين متجاهلين ما لذلك كله من خطر على العقيدة والأخلاق والأعراض والأمن.

وبتدبر الحال فى كثير من الذين ابتلوا بالخدم يظهر أن الدافع لذلك ليس الحاجة الملحة والضرورة الملجئة وإنما هو التنافس ومحاكاة الآخرين بل لقد وصل الحال ببعض المناسبات لعدم وجود سائق أو خادمة لهم و يستعينون بجيرانهم لستر حالهم باستعارة سائقهم أو خادمتهم.(٦٩)

إن اختيار الكافر لخدمة البيوت وتفضيله على المسلم أمر خطير لما يترتب على ذلك من مجالسة ومؤانسة ومؤاكلة وغير ذلك مما يفضى إلى محبة الكافر وموالاته المخالفة لقول اللّٰه تعالى: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّى وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاء تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاء كُم مِّنَ الْحَقِّ.(٧٠)

كذلك أيضاً فإن أولئك الكفار الذين يتم استقدامهم يؤثرون فكريا على ضعفاء الإيمان من النساء والسفهاء ومن فى حكمهم، لأن شأن غالب أهل الضلال والباطل الدعوة إلى ضلالهم وباطلهم بكل وسيلة وفى كل مناسبة خاصة وأن الباطل يحقق شهوات ذوى النفوس المريضة والأهواء الفاسدة. وأيضاً لا ننسى دور الخادمات والمربيات فى نشرالعقائد الباطلة والفاسدة وبث

الأفكار المنحرفة وإشاعة الأخلاق الرذيلة والسيئة والمفاهيم الخاطئة فى نفوس الكثير من الأطفال وأمهاتهم.

ومما يلحظ أيضاً أن بعض النَّاس يولى السائقين والخدم ثقة مطلقة ويتساهلون معهم إلى حد التفريط واللامبالاة بالعواقب، فمنهم من وضع السائق تحت أمر النساء يذهب بهن حيث شئن إلى المدرسة والسوق وحضور المناسبات، يذهب بالجمع منهن وبالواحدة بدون محرم، وكذلك الطباخ فإنه يقضى جل وقته أو كله فى البيت مع النساء وفى حال غياب الزوج.

وكذلك الحال بالنسبة للخادمة الشابة التى تلبس اللباس الفاتن مع التبرج والسفور واستخدام وسائل التجميل، الأمر الذى تصبح به فتنة لصاحب البيت وأبنائه الذين يخلون بها فى كثير من الأحيان مما يؤدى غالباً إلى حصول الفاحشة ووقوع المحظور.

وفى هذا مخالفة صريحة ظاهرة لأمر اللّٰه سبحانه تعالى، وأمر رسول اللّٰه ﷺ خاصة أن هؤلاء الذين تمكنوا من الخلوة بالنساء وهُم بشرٌ قد فسدت فطرتهم وماتت ضمائرهم وعدمت نوازع الخير فيهم إلا ما شاء اللّٰه؛ لأنهم جاء وا من بلاد تحكم بالقوانين الوضعية المفسدة للعقيدة والأخلاق والفضائل حيث تعطى للإنسان الحرية المطلقة فى التمتع بكل شهوة وتحقيق كل لذة.

تلك بعض المفاسد المترتبة على وجود الخدم والسائقين ونحوهم فى البيوت وهى كثيرة وذات أبعاد خطيرة، وعواقب وخيمة مشهورة لدى العام والخاص وملموسة لكل ذى عقل وبصيرة. إذن فواجب كل مسلم غيور على دينه ومحارمه ومشفق على أبنائه وذويه أن يتقى اللّٰه تعالى فى مسئولياته بين يديه ، فلا يستقدم الأجانب وخصوصاً الكفارَ منهم مهما كانت الدوافع وأن ينصح المسلمين فى ترك ذلك الأمر ببيان سلبياته وأضراره وسوء عواقبه فى الدارين، فإن الدين النصيحة ومن لم يهتم بأمر المسلمين فليس منهم.(٧١)

لقد وصل الباحث فى نهاية الجولة الممتعة إلى النتائج التالية:

(١) الخوف ظاهرة انسانية يبتلى به الانسان، وثمة فرق بين الخوف من اللّٰه تعالى والخوف من غيره.

(٢) للخوف ثلاثة أنواع من الناحية الفقهية، خوف واجب، خوف محرم، وخوف مباح.

(٣) تتأثر الأحكام الفقهية بالخوف، وانحصر كلامنا فى تأثير الخوف فى أحكام الإجارة.

(٤) لقد بين البحث مفهوم الخوف، ثم مفهوم الإجارة بما فيه التعريف بالإجارة، ومشروعيتها وأحكامها.

(٥) أشار البحث إلى خمسة شروط لعقد الإجارة.

(٦) ناقش البحث فسخ عقد الإجارة عند خوف الضرر على أحد العاقدين، والخوف من إذلال المسلم فى عقد الإجارة فى حالة خدمة الأجير المسلم للمستأجر الكافر، واستئجار الابن أحد والديه لخدمته، هذا واستئجار المرأة الأجنبية للخدمة، واستئجار السائقين والطبَّاخين والخدم الكفار لخدمة البيوت، كل هذه الأمور تسبب خوف الوقوع فى الفساد فى العقيدة والأخلاق، وللخوف تأثير بالغ على الأحكام المترتبة على الأمور المذكورة أعلاه.

(٧) اشتمل البحث على الآراء الفقهية لأئمة المذاهب الأربعة فى أحكام الإجارة.

# ﴿الھوامش والحواشی﴾

(۱) (أ) الإفريقى، محمد بن مكرم بن منظور، المصرى،(دون سنة الطبع). لسان العرب، بيروت دار الفكر، ج: ۹، ص: ۹۹

(بـ) الجوهرى، إسماعيل بن حماد،(دون سنة الطبع). الصحاح فى اللغة والعلوم، بيروت، دار الحضارة، ج:۱،ص: ۳۷۸

(جـ) الرازى، محمد بن أبى بكر بن عبد القادر،(دون سنة الطبع).مختار الصحاح، القاهرة، دارالحديث، ص: ۱۹۳.

(د)الفيروز آبادى، مجد الدين محمد بن يعقوب،(دون سنة الطبع). القاموس المحيط، بيروت، دار الكتب العربية، ج:۳،ص:۱٤٤

(ر) راغب الاصفهانى، حسين بن محمد،(۱٤۱۲هـ).مفردات ألفاظ القرآن، دمشق. ص:۳۳

(۲) البقرة،۱٥٥

(۳) (ا)ابن منظور،لسان العرب، ج:۹،ص: ۹۹ (بـ) الجوهرى، الصحاح، ج۱ص:۳۷۸ (جـ) الرازى، مختار الصحاح، ص: ۱۹۳ (د) الفيروز آبادى، القاموس المحيط ج: ۳،ص:۱٤٤ (ر) الاصفهانى ، مفردات ألفاظ القرآن، ص: ۳۰۳

(٤) الأحزاب، ۱۹

(٥) النساء، ۱۲۸

(٦) برهان الدين، أبو اسحاق محمد بن عبد الله بن محمد،(دون سنة الطبع). المبدع فى شرح المقنع، دمشق ،المكتب الإسلامى، ج :۲، ص:۹۹

(۷) الجرجانى، على بن محمد بن على،(دون سنة الطبع ).التعريفات، بيروت، دارالكتب العلمية ، ص: ۱۰۱

(۸) المعجم الوسيط، القاهرة، مجمع اللغة العربية،ج:۱،ص: ۲۷۱

(۹) الأصفهانى، مفردات ألفاظ القرآن، ص:۳۰۳

(۱۰) الغزالى، ابو حامد،(دون سنة الطبع). إحياء علوم الدين بيروت، دارالكتب المصرية اللبنانية، ج:٤، ص:۱٦۳

(۱۱) الجوهرى، الصحاح فى اللغة والعلوم، ص:۳۹۳

(۱۲) الـزيـلعـى، فـخـر الـديـن بـن عـلـى،(دون سنة الطبع). تبييـن الـحـقـائق، بيـروت، دار المعرفة، ج:۱،ص: ۳۸

(۱۳) الغزالى، إحياء علوم الدين، ج:٤، ص:۱٦۳

(١٤) الأصفهانى، مفردات ألفاظ القرآن، ص:۳۰۳

(١٥) الزمر، ١٦

(١٦) المائدة، ٣

(١٧) الأحزاب، ٣٧

(١٨) التوبة، ١٨

(١٩) المائدة، ٣

(٢٠) الأحزاب، ٣٧

(٢١) القرافى، الفروق ٤/٤٠١-٤٠٠

(٢٢) البقرة : ١٩٥

(٢٣)بـخارى، محمد بن إسماعيل، الجامع المسند الصحيح ، باب الجذام، بيروت، دار ابن كثير اليمامة، ج: ٥،ص:١٢٨٥

(٢٤) الـقـراقـى، شهـاب الـديـن احـمـد بـن ادريـس المالكى (دون سنة الطبع).الفروق مع ادرار الشروق على انوا ع الفروق، بيروت، دارالكتب العلمية،ج:٤، ص:١٠٤

(٢٥) (ا)الإمـام الغزالى،ابو حامد محمد، إحياء علوم الدين، ج: ٤،ص:١٦٣(بـ) القرافى، الفروق مع ادرار الشروق، ج:٤،ص:٤٠٠،٤٠١

(٢٦) (أ) الـفيـروز آبـادى، الـقـامـوس المحيط ج: ١،ص٣٧٦ (بــ)الـرازى، مـخـتـار الـصحـاح، ص:٧٠٦ (جـ) الـقـزويـنـى، احمد ابن فارس ابن زكريا، مقاييس اللغة، تحقيق شهاب الدين أبى عمرو، بيروت دار الفكر، ص:٦٠

(٢٧) (أ) السرخسى، المبسوط، ج:٥،ص:٧٤ (بـ) ابن الهمام، فتح القدير، ج:٩ص:٥٨(جـ) الكاسانى، بدائع الصنائع ج:٤ص:١٤٧

(٢٨) الـدسـوقـى، شـمـس الـديـن الشيخ محمد، حاشية الدسوقى على الشرح الكبير، دار الفكر القاهرة، ج:٣، ص:٤

(۲۹)الشربینی،محمد الخطیب، مغنی المحتاج، بیروت، دار الفکر، ۷٦/۲۸

(۳۰) (أ) الکاسانی، بدائع الصنائع، ج:٤،ص:۱۷٤، (ب)الشربینی، المغنی، ج: ۸،ص: ٦

(جـ) المغربی، محمد بن عبد الرحمن، أبی عبد اللّٰہ، (۱۳۹۸ھ). مواھب الجلیل، بیروت، دار الفکـر، ج:۵، ص:۳۹۰، (د) النملة، دکتور عبد الکریم، المھذب، ج:۱،ص:۲۹٤، ۲۹۵.

(۳۱) الطلاق، ٦

(۳۲) القصص، ۲۷

(۳۳) (أ)أخرجه ابن ماجة فی سننه باب: أجر الأجراء من کتاب الرھون، ج: ۵، ص: ۱۳۵، (ب) وأخرجه البیھقی فی سننه باب :لا تجوز الإجارة.

(۳٤) (أ) أخرجه البخاری فی صحیحه باب:إثم من منع الأجیر من کتاب الإجارات، ج:۲ص:۷۹۲

(ب) البیھقی، السنن، ج: ٦،ص:۲۱، (جـ) وأخرجه ابن ماجة فی سننه ،باب:أجر الأجراء من کتاب الرھن، ج:۳، ص:۸۱٦

(۳۵) ابن قدامة، المغنی، ج:۸،ص:٦، الکاسانی، بدائع الصنائع، ج: ٤، ص: ۱۷٤

(۳٦) السرخسی، المبسوط، ج:۵، ص:۷۵

(۳۷) البھوتی، منصور بن یونس، کشاف القناع، ج: ۳، ۵٤٦

(۳۸) الکاسانی، بدائع الصنائع، ج: ٤، ص: ۱۷٤

(۳۹) ابن قدامة، المغنی، ج: ۱، ص: ۳۹۵

(٤۰) (أ) الکاسانی، بدائع الصنائع، ج: ٤، ص:۱۹۳-۱۸۰(ب) الدسوقی، حاشیة الدسوقی علی الشرح الکبیر، ج: ٤،ص: ۱۸ (جـ) الشربینی، مغنی المحتاج، ج: ۲، ص: ۳۳۵-۳٤٤، (د) البھوتی، کشاف القناع، ج:۲،۵٦٤-۵٦۳

(٤۱) (أ) السرخسی، المبسوط، ج: ۲، ص: ۱٦،(ب) ابن قدامة، المغنی، ج: ۸، ص:۲۲ (جـ) مرعی بن یوسف الحنبلی، دلیل الطالب، بیروت، المکتب الإسلامی، ص:۱٤۳ (د) القرطبی، أبو الولید محمد بن أحمد بن رشد، بدایة المجتھد، بیروت، دار الفکر،ج: ۲، ص:۱۷۲.

(٤۲) العذر :ھو ما یکون عارضاً یتضرر به العاقد مع بقاء العقد ولا یندفع بدون الفسخ،کما لو

استأجر رجل جملاً أو دابة فى سفر فمرض. السمر قندى محمد بن أحمد أبى أحمد (١٤٠٥هـ). تحفة الفقهاء، دار الكتب العلمية، بيروت، ج:٢، ص: ٣٦٠

(٤٣)ابن عابدين، محمد أمين، (١٣٨٩هـ).حاشية ابن عابدين، بيروت دار الفكر، ج: ٥، ص: ٥٥

(٤٤)السرخسى، المبسوط، ج:٢، ص:١٦

(٤٥) (ا)ابن قدامة، المغنى، ج: ٨، ص: ٣١- ٣٢ (بـ) البهوتى، كشاف القناع، ج: ٤، ص: ٣٠

(٤٦) النساء، ١٤١

(٤٧) الكاسانى، بدائع الصنائع، ج:٤، ص: ١٧٦

(٤٨) (أ) النووى، يحى بن شرف، المجموع، ج: ٩، ص: ٣٤٠، (بـ) الشيرازى، الشيخ ابو اسحاق ابراهيم بن على، المهذب فى الفقه الشافعى، ج: ١، ص: ٣٩٥

(٤٩)(أ) أخرجه ابن ماجة فى سننه باب: الرجل يستسقى كل دلو بثمرة وشرط جلدة من كتاب الرهن، ص:٢، ص:٨١٨ (بـ) الكنانى، أحمد بن أبى بكر بن إسماعيل،(١٤٠٣هـ).مصباح الزجاجة، بيروت، دارالعربية، ج: ٣، ص: ٧٧

(٥٠) أخرجه ابن ماجة فى سننه، باب: الرجل يستقى كل دلو بثمرة من كتاب الرهن، ج: ٢، ص: ٨١٨

(٥١) شيخ محمد عليش، شرح منح الجليل،طرابلس، ليبيا، مكتبة النجاح، ج: ٧، ص:٤٨٨

(٥٢) ابن قدامة، المغنى، ج: ٨، ص: ١٣٨

(٥٣) النووى، يحى بن شرف، المجموع، ص: ١٤١

(٥٤) لاحظ: ص: ٥٩

(٥٥) النساء، ١٤١

(٥٦) الإسراء :٢٤-٢٣

(٥٧) الكاسانى، بدائع الصنائع ج: ٤، ص: ١٩٠

(٥٨) الأنصارى، شيخ الإسلام زكريا بن محمد بن زكريا ، (دون سنة طبع). أسنى المطالب شرح روض الطالب، دار إحياء التراث العربى۔

(٥٩) (ا)كشاف القناع، ج: ٣ ، ص: ٥٦٢ (بـ) المرداوى، علاء الدين ابن الحسن على بن سلمان، الحنبلى تحقيق محمد حامد الفقى،(١٣٨٦) الإنصاف فى معرفة الراجح من الخلاف، القاهرة، السنة المحمدية ، ج: ٦، ص: ٢٩

(٦٠) الإسراء:٢٣-٢٤

(٦١) (أ)السرخسي، المبسوط، ج: ١٦، ص:٣٨، (بــ) ابن قدامة، المغنى، ج:٨، ص: ١٣٠-١٣٢، (جــ) الاصبحى، الامام مالك بن انس، المدونة الكبرى، ج: ٤، ص:٤٣٤، (د) النووى، ابو زكريا يحى بن شرف الدمشقى، روضة الطالبين، ج:٥، ص: ١٩٥

(٦٢) ونظراً لما يسببه تهريب المخدرات وترويجها من الآثار السيئة فقد أصدرت هيئة كبار العلماء بالمملكة العربية السعودية قراراً برقم: ١٣٨فى مهرب ومروج المخدرات.

أولا: بالنسبة لمهرب المخدرات فإن عقوبته القتل ، لما يسببه تهريب المخدرات وادخالها البلاد من فساد عظم لا يقتصر على المهرب نفسه، وأضرار جسيمة وأخطاء بليغة على الأمة بمجموعها ويلقب بالمهرب الشخص الذى يستورد أو يتلقى المخدرات من الخارج فيكون بهامن المروجين.

ثانياً: بالنسبة لمروج المخدرات فإن ما أصدرته هيئة كبار العلماء بالمملكة العربية السعودية بشأنه ، فى قرار ررقم: (٨٥) وتاريخ: ١١/١١/١٤٠١ هـ كاف فى الموضوع.

ثالثا: من يروجها سواء كان ذلك بطريق التصنيع أو الاستيراد، بيعاً وشراء وإهداء ونحو ذلك من ضروب إشاعتها ونشرها فإن كان ذلك للمرة الأولى فيعزر تعزيراً بليغاً بالحبس أو الجلد أو الغرامة المالية أو بها جميعاً حسبما يقتضى النظر القضائى، وإن تكرر منه ذلك فيعزر بما يقطع شره عن المجتمع ولو كان ذلك بالقتل، لأنه بفعله هذا يعتبر من المفسدين فى الأرض وممن تأصل الإجرام فى نفوسهم. ينظر: قرار هيئة كبار العلماء بالمملكة العربية السعودية رقم: ٨٩ والمنشور بمجلة البحوث الإسلامية فى الحادى والعشرين، ص: ٣٥٥-٣٥٧

(٦٣) (أ) ابن نجيم، الأشباه والنظائر، ص: ٩٠ (بــ) السيوطى،عبد الرحمن بن أبى بكر، (١٤٠٣هـ) الأشباه والنظائر، بيروت، دار الكتب العلمية، ص :٨٧

(٦٤) النور، ٣١

(٦٥) على حيدر، درر الحكام شرح مجلة الأحكام، تعريب المحامى فهمى الحسينى بيروت، مكتبة دار النهضة، ج:١ص:٥٥٦

(٦٦) المغربى، مواهب الجليل، ج:٥، ص:٣٩٣

(٦٧)الانصارى،شيخ الإسلام زكريا بن محمد بن زكريا، شرح البهجة، الميمنة القاهرة، ج:٣، ص:٢٣٥

(٦٨) كشاف القناع، ج:٣، ص: ٥٤٨

(٦٩) جماعة من العلماء بالمملكة العربية السعودية أثابهم اللّٰه ،(١٤٠٩هـ). مجموعة الرسائل والفتاوى بعنوان نصيحة المسلمين بشأن الخدم والسائقين، دار طيبة

(٧٠) الممتحنة: ١

(٧١) رئاسة إدارة البحوث العلمية والافتاء والدعوة والإرشاد، رسالة صغيرة فتاوى فى حكم استقدام الخادمات والسائقين بالمملكة العربية السعودية، ج: ٥،ص: ١٧٠٤

# ﴿المصادر والمراجع﴾

(١) القرآن

(٢) أحمد بن فارس، لأبى الحسين بن زكريا مقاييس اللغة، (٤١١٥هـ/١٩٩٤م). تحقيق شهاب الدين أبى عمرو، بيروت، دار الفكر

(٣) الإفريقى، محمد بن مكرم ابن منظورالمصرى،(دون سنة الطبع).لسان العرب، بيروت، دار الفكر

(٤) ابن عابدين، محمد أمين، (١٣٨٩هـ).حاشية ابن عابدين، بيروت دار الفكر

(٥) الأنصارى، شيخ الإسلام زكريا، (دون سنة طبع). أسنى المطالب شرح روض الطالب،دار إحياء التراث العربى.

(٦) الأنصارى، زكريا بن محمد بن زكريا، (دون سنة الطبع). شرح البهجة، القاهرة، الميمنة

(٧) بخارى، محمد بن إسماعيل، الجامع المسند الصحيح المختصر، باب الجذام، بيروت، دار ابن كثير اليمامة

(٨) برهان الدين، أبو اسحاق محمد بن عبد اللّٰه بن محمد،(دون سنة الطبع). المبدع فى شرح المقنع دمشق ،المكتب الإسلامى

(٩) الجرجانى، على بن محمد بن على، التعريفات،بيروت، دارالكتب العلمية

(١٠) جماعة من العلماء بالمملكة العربية السعودية أثابهم اللّٰه ،(١٤٠٩هـ). مجموعة الرسائل والفتاوى بعنوان: نصيحة المسلمين بشأن الخدم والسائقين، دار طيبة

(١١) الجوهرى، إسماعيل بن حماد،(دون سنة الطبع).الصحاح فى اللغة والعلوم، بيروت، دار الحضارة

(۱۲) علی حیدر، درر الحکام شرح مجلة الأحکام، تعـــریب المحـامی فهمی الحسینی بیروت، مکتبة دار النهضة

(۱۳) الدسوقی، شمس الدین الشیخ محمد، حاشیة الدسوقی علی الشرح الکبیر، دار الفکر القاهرة

(۱٤) راغب الاصفهانی، حسین بن محمد،(۱٤۱۲هـ).مفردات ألفاظ القرآن، دمشق

(۱٥) رئاسة إدارة البحوث العلمیة والافتاء والدعوة والإرشاد، رسالة صغیرة فتاوی فی حکم استقدام الخادمات والسائقین بالمملکة العربیة السعودیة

(۱٦) الرازی، محمد بن أبی بکر بن عبد القادر،(دون سنة الطبع).مختار الصحاح، القاهرة، دارالحدیث

(۱۸) الزیلعی، فخر الدین بن علی،(دون سنة الطبع) تبیین الحقائق، بیروت، دار المعرفة

(۱۹) السیوطی،عبد الرحمن بن أبی بکر، (۱٤۰۳هـ) الأشباه والنظائر، بیروت، دار الکتب العلمیة

(۲۰) .السمر قندیِ محمد بن أحمد أبی أحمد (۱٤۰٥هـ) تحفة الفقهاء، دار الکتب العلمیة، بیروت

(۲۱) شیخ محمد علیش، شرح منح الجلیل،طرابلس لیبیا، مکتبة النجاح

(۲۲) الشربینی،محمد الخطیب، مغنی المحتاج، بیروت، دار الفکر

(۲۳) الغزالی،أبو حامد ،(دون سنة الطبع). إحیاء علوم الدین بیروت، دار المصریة اللبنانیة

(۲٤) الفیروز آبادی، مجد الدین محمد بن یعقوب،(دون سنة الطبع).القاموس المحیط، بیروت، دار الکتب العربیة، ج:۳،ص:۱٤٤

(۲٥) القرافی، أحمد بن إدریس المالکی،(دون سنة الطبع). الفروق مع إدرارالشروق علی أنواع الفروق، بیروت، دارالکتب العلمیة

(۲٦) الکنانی، أحمد بن أبی بکر بن إسماعیل،(۱٤۰۳هـ).مصباح الزجاجة، بیروت، دار العربیة

(۲۷)القرطبی، القاضی أبی الولید محمد بن أحمد بن رشد، (بدون سنة الطبع). بدایة المجتهد بیروت دار الفکر.

(۲۸) المغربی، محمد بن عبد الرحمن، أبی عبد الله، (۱۳۹۸هـ). مواهب الجلیل، بیروت، دار الفکر

# دور الحكومة الإنجليزية فى نشر اللغة العربية في الهند المحتلة

☆ الدكتور ممتاز أحمد سديدى الأزهرى

## Abstract

After establishing British Crown their rule firmly over the Indian sub-continent, the English rulers tried their level best to cut the relation of the Muslims off from their religious language, Arabic. They hoped the move would discourage the Muslim savants from teaching the classic Islamic treatises. With a view to eradicating the sacred language, the English officials closed down educational institutes, chiefly the Muslim seminaries, in the country to perpetuate their downfall. To introduce their own education system in their colony, they set up English education institutes.Afraid of an outbreak of mutiny of the subjects against their rule, the English rulers tried to subjugate the people of the sub-continent politically, socially, economically and mentally through the educational system cut out for them. As Almighty Allah willed to illuminate the Indian Muslims with the Arabic language-cum-Islamic sciences, Muslim luminaries contributed to their propagation in their personal capacity up to the hilt. The Britishers unknowingly played positive role and had a share in the revival of the holy language in the form of Fort William college, Delhi Eastren College, Govt College Lahore and Oriental College Lahore which later turned into The University of The Punjab.

**Keyword**: Arabic, Muslim seminaries, Sub. continent, orientalists

ظلت اللغة العربية - بنظمها ونثرها- رائجة فى شبه القارة الهندية خلال الحكم الإسلامى المصحوب بالعدل والسماحة والازدهار، و كان للعلماء و مشايخ الطرق الصوفية دور ريادىٌ فعّالٌ فى رفع راية اللغة العربية عالية خفّاقة فى الهند قبل الاحتلال الإنجليزى وبعده،

☆ رئيس القسم العربى، بجامعة المنهاج، لاهور

وخاصة فى العصر الذى سيطر فيه الإنجليزعلى الهند و حطَّم مناهج التعليم الوطنية الهندية وبالتالى فرض مناهج التعليم الحديثة على الهنديين، ومن هنا يبدو العنوان: ''دور الحكومة الإنجليزية فى نشر اللغة العربية فى شبه القارة الهندية المحتلة'' غريبا، وأول ما يفاجئ القارئ أن يسأل نفسه: ياتُرى هل من الممكن أن تساهم الحكومة الإنجليزية فى نشر اللغة العربية؟ والتى كانت تكره هذه اللغة غاية الكراهية، وهذا ماسوف تتحدث عنه هذه الورقة البحثية، أى انتشار اللغة العربية فى بلاد الهند فى عصر الاحتلال الإنجليزى وعلى يد الإنجليز.

لقد استمر الحكم الإسلامى العادل فى الهند فترة طويلة يحدثنا عنها الأستاذ الدكتور مظهر معين قائلا:''دام الحكم الاسلامى فى الهند تسعة قرون تقريبا، وذلك من بداية الألف الثانى الميلادى الى سيطرة الاستعمار الإنجليزى عليهاسيطرة كاملة سنة ١٨٥٧م .'' (١)

وفى هذه الفترة الطويلة استمرت الحركة العلمية باللغه العربية فى الهند والتى يتحدث عنها الشيخ ابوالحسن على الحسنى الندوى قائلا: ''وقد ظلت عناية علماء الهند باللغة العربية وآدابها مستمرة على مر العصور والأجيال، ولم تكن هذه العناية تقليدية سائرة على خط واحد من وضع المعاجم الكبيرة وتلخيصها بل كانت لها فتوح وابتكارات وزيادات تكاد تكون فريدة فى المكتبة العربية. '' (٢)

هذا ولم تتوقف الحركة العلمية فى عصر الاحتلال الإنجليزى أيضا، يقول الدكتور عبد اللّٰه المصرى : ''استمرت حركة التأليف بالعربية فى فترة الاحتلال البريطانى بغير ضعف بل ازدادت قوة وصلابة (كرد فعل للاضطهاد الإنجليزى للمسلمين) ودفعت الأنشطة الأدبية إلى مستوى عالٍ وكثُر روادها، ويشهد على ذلک ما خلفه العلماء من المؤلفات العربية التى تدل على رسوخهم فى العلم وتعمقهم فى اللغة أمثال العلامة عبد الحى اللكهنوى صاحب نزهة الخواطر، والنواب صديق حسن خان صاحب أبجد العلوم، والمفتى أحمد رضا خان صاحب الفتاوى الرضوية، والشيخ أشرف على التهانوى الذى ترک عددا ضخما من الكتب الثمينة وغيرهم من العلماء.'' (٣)

# العلاقة الهندية العربية وشروق شمس الاسلام فى الهند

نشأت العلاقة الهندية العربية عن طريق التجارة وتُعدُّ هذه العلاقة قديمة جدا، فقد كانت منتجات الهند تجذب العالم -بما فيه العرب -إلى أرضها، وكانت البضائع الهندية تصل إلى أرض الحجاز لما لَها من مكانة تجارية مرموقة نظرا لكونها ملتقى الطرق التجارية، ومن هنا نشأ احتكاك قويٌ بين الهنديين والعرب، و هذه هى بداية علاقة الهنديين مع العرب، ثم جاء محمد بن قاسم إلى السند عام ٩٢ هـ لإغاثة النساء المسلمات وإنقاذهن من أيدى القراصنة السنديين، وتطورت هذه العلاقة بالغزو الإسلامى للهند لتنوير هذه البقعة بنور التوحيد وإرساء دعائم الأمن والسلام فى أرجائها، يقول الدكتور أحمد محمود الساداتى: "طفق المسلمون منذ أواخر القرن الأول الهجرى يفدون إلى هذه البلاد فاتحين، ولم يبدأ الغزو الإسلامى الجِدّيُّ لشبه القارة الهندية إلا على أيدى الغزنويين فى أواخر القرن الرابع الهجرى فدخل تاريخ هذه البلاد فى عهد جديد و بدأ فى أرضها الصراع بين القديم و الحديث ." (٤)

ولم يكن هذا الغزو إلا من أجل إعمار البلاد بالحب والتسامح والرخاء، وفعلا عاش أبناء مختلف الأديان المتواجدون فى الهند فى حب ووئام، يقول الدكتور أحمد محمود الساداتى: "و الفتح الإسلامى للهند - باعتراف جمهور المؤرخين العَدول و من بينهم علماء الهنادكة- كان فيه الكثير من الخير، هذا كله ترد صفوة تقاليد المجتمع الحديث بشبه القارة الهندية كلها إلى هؤلاء الفاتحين الذين دفعوا لعجلة الحضارة و المدنية الهندية السيرَ من جديد، ونقلوا إليها كثيرا من فنون المعرفة عند المسلمين، وأقاموا من أنفسهم رعاة على ذلك كله. وبلغث الشخصية الإسلامية أوجها أيام الدولة المغولية التى حكمت الهند قرابة قرون ثلاثة ابتداءً من القرن العاشر الهجرى الموافق للسادس عشر الميلادى وفى عهدها وُجدت شبه القارة كلها تحت الراية الإسلامية. ولقد خضع أهل الهند قرونا طويلة للحكم الإسلامى فلم يجدوا عنده عنتا

و لارهقا، كما لم يصادفوا فى الغالب تقييدا لحريتهم الدينية، فعاشوا -هنادكة و مسلمين- متحابين فى كثير من الأحيان فى ظل السلاطين المسلمين.'' (٥)

لقد كانت علاقة الهنود مع العرب فى بداية الأمر تجارية إلا أنها لم تبق تجارية فقط بل أصبحت فيما بعد ثقافية أيضا، فدار التأثر والتأثير فيما بين الشعبين، وبلغت هذه العلاقة ذروتها بشروق شمس الإسلام فى الهند وبالتالى اعتناق الهنود للإسلام عن طريق الاتصال بالعلماء والمشايخ والحكام المسلمين المتصفين برحابة الصدر والتسامح .

## تحديد عصر الاحتلال الإنجليزى للهند

حينما ننتقل إلى عصر الاحتلال الإنجليزى للهند نجد أنه عصر ينطوى ضمن العصر الذى عُرف فى تاريخ الأدب العربى بالعصر الأدبى الحديث، و تلك هى بداية العصر الأدبى الحديث فى الهند أيضا، ومن هنا يوجد تشابه بين الهند ومصر من الناحية السياسية والأدبية ، وهو أمر لامجال للحديث عنه فى هذا المقام.

عودا على بدء،لم يتمكن الإنجليز من الدخول فى الهند بجيشه بل كان -بالأسف الشديد- بعقول البريطانيين ورجال الهند، وعن هذه الظاهرة يحدنا الدكتور ساداتى قائلا:''وتم للبريطانيين السيطرة التامة على شبه القارة الهندية بمعاونة جنود من الهنود أنفسهم، جذبتهم أموال المستعمرين الذين كانوا قد ابتزوها بدورهم من أمراء البلاد حين كانوا ينشدون عونهم على منافسيهم، وهكذا فتح الإنجليز الهند بأموالها ورجالها، وامتصوا خيراتها وبركاتها قرابة القرنين من الزمان. '' ( ٦ )

لم يستسلم المسلمون للإنجليز بسهولة -على رغم الخلافات بين بعض الأمارات والحكومة الإسلامية الهندية- فقد وقف المسلمون فى وجه الاحتلال الإنجليزى فى جرأة وشجاعة إلا أنه كان النصر حليفا للإنجليز بسبب ضعف الكيان السياسى فى الهند، يقول الشيخ محمد واضح

رشيد الحسنى:"فقد كانت ثورة ١٨٥٧م فى الواقع ضربة قاسية لقى أكبر هزّتها العلماءُ باعتبار هم قادة المسلمين فكريا و سياسيا وعلميا، فكان من تخطيط الإنجليز القضاء على تاثير مركز نفوذهم ليتمكنوا من نشر الدين المسيحى ويعلنوا تفوق دينهم علميا و عقليا ." (٧)

وهكذا تمكّنت الحكومة الإنجليزية من إحباط الثورة الهندية، وبالتالى قام رجالها بنهب الأموال وقتل النفوس بشكل فظيع، يقول الشيخ أبوالحسن على الندوى: "وعندما ودخلت الجيوش الإنجليزية فى دهلى كانت تفسيرا لقوله تعالى : " اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً." (٨) وقد أُذن للجيوش فى نهب العاصمة ثلاثة ايام فطبقته تطبيقا فظيعا، وقد كتب جون لورنس الحاكم الإنجليزى المشهور فى ديسمبر ١٨٥٧م إلى القائد الإنجليزى: اعتقد أن الطريقة التى انتهبنا بها جميع الطبقات من غير تمييز بينها ستصب علينا السخط العام وستصب علينا اللعنات إلى الأبد و أننا نستحق ذلك." (٩)

وهكذا زرعت إنجلترا بذور الاستعمار فى الهند الإسلامية بعد أن كانوا ضيوفا وتجارا على شبه القارة الهندية، وانتظروا طويلا للحصول على ثمار مازرعوه بكل صبر حتى أمكن لهم قطافها، فقد حولوها إلى مستوطنة إنجليزية فى عام ١٨٥٧م حين أسفرت إنجلترا عن وجهها القبيح.

## تخطيط الحكومة الإنجليزية لأحكام السيطرة على الهند المحتلة

تعود حركة الاستشراق من حيث الرغبة الكامنة فى نفوس من توجّهوا إليها واختصوا بها إلى أمد بعيد فى الماضى، فإنه عندما عجز المسيحيون المصابون بالهزائم الساحقة عن مواجهة المسلمين عسكريا أخذوا يفكرون فى شن هجوم ثقافى سرّى على المسلمين وذلك على رغم قوتهم العسكرية الهائلة وكثرتهم العددية، فلجأوا إلى دراسة مواطن الضعف فى المسلمين والمنافذ للغزو الثقافى على المسلمين دون إراقة الدماء ومواجهة المسلمين، لأنهم رأوا فى الغزو الثقافى منفذا يحميهم من أن يسفروا عن وجوههم ونيّاتهم الظالمة.

تـقـول الـدكتـورة رضية نور محمد عن بداية اهتمام المستشرقين بشبه القارة الهندية: ’’إزداد اهتمام المستشرقين بتركيا وإيران والعرب فی مستهل القرن التاسع عشر الميلادی عندما تحوّلت الهـنـد إلـى مستـوطـنة إنـجليزية وجاء ت تحت التاج البريطانی بعد الاستيلاء الشامل على الهند. عـنـدئـذ تـوجّـه الـمستشـرقـون إلـى دراسة أوضـا ع مسلمی آسيا وليس ذلک إلا ليكيلوا الصا ع بالصاعين، وعند تمكّنهم من الاستيلاء على الهند بالمكر والخدعة قاموا بأبشع المظالم التی فاقت مظالم جنكيز خان وعسكره الوحشی، وبالطبع أنشأت هذه المظالم حاجزا بين الحكام المغتصبين والـمـحـكـومـيـن المخدوعين، فأخذت العقول الإنجليزية تفكّر فی التقرُّب إلى الهنود - مسلمين وغيرهم - وبـالـتـالـی بـثّ الأفـكـار الإنـجـليزية فی قلوبهم تحت شعار العلوم الجديدة ويعنون بها الثقافة الغربية.‘‘(۱۰)

وتـحـدثـنـا الدكتورة رضية عن خطة الإنجليز لإزالة الحاجز الناشئ بين الحكام والمحكومين الهنود وهی تقول:’’رأی الـمستشـرقـون أنّهـم لايقدرون على استمالة قلوب الهنود إلا بأن يأخذوا عـلـى عـاتـقهـم مهـمـة تـعـلـيـمهم، وكانوا يعلمون تماما أنهم بحاجة ماسة إلى معرفة نفسية أولئكم الهنديين الذين أراد الإنجليز استغلالهم، فلم يكن من المتوقع أن يقترب عدد من الهنديين المثقفين من الثقافة الغربية؛ لذا اضطر الإنجليز إلى إيصال الثقافة الغربية إلى الهنود مترجمة إلى لغتهم باسم تـعـلـيـم الـلغات الشرقية والنهوض بها و اللغة العربية من بينها طبعا، حينئذ رأی المستشرقون إبقاء جـزء من الثقافة الشرقية لخدمة مصالحهم ونشر أفكارهم الغربية عن طريق شيوع ثقافتهم، على أن يبـدأوا بتثـقـيـف جـمـاعة مـحـدودة من الهنود والتی تقوم بنفسها فيما بعد بنشر الثقافة الغربية فی الشـعـب الهـنـدی وتثيـر فيـه الـرغبة تـجـاه الـعـلـوم الـغربية، وكان اهتمام المستشرقين فی بداية الأمرباللغات التقليدية من العربية والفارسية والسنسكريتية، وبالتالی اكتفوا بأن تكون هذه اللغات وسيـلة لإرسـال ثقافتهم إلى العقول الهندية، وهی اللغات الشائعة عندهم المحبوبة لديهم المتوطنة فی نفوسهم. ‘‘ (۱۱)

## دور الحكام المسلمين فى تعليم الهنديين قبل الاحتلال الإنجليزى

لقد اهتم حكام الهند المسلمون بتثقيف المواطنين الهنديين على اختلاف الديانات دون تفرقة واستثناء اهتماما ملموسا عبر العصور المنصرمة، فإن الإسلام يحث أتباعه على الاكتساء بنور العلم والابتعاد عن ظلام الجهل، ولم يوفر الحكام المسلمون فرص الاستنارة بالعلم لبنى جلدتهم من المسلمين فقط بل اهتموا بتثقيف الشعب كله، حيث كانت مساجد المسلمين مفتوحة للعبادات وتعليم الدين الحنيف، كما كانت معابد الهنادكة معنيَّةً بتعليم الديانة الهندوسية وممارسة طقوسها، وهكذا أصبحت الهند الإسلامية ملتقى الحضارات. و تعايش الشعب الهندى عبر العصور الماضية فى حب أملته عليه الثقافة التى أتيحت للجميع، ولانكاد نطلع على أحداث العنف والفتن الطائفية خلال الحكم الإسلامى المتسامح و العادل فى الهند.

ولقد عاد هذا التعايش السلمى بالكثير من الخيرات على الهند فقد ركز الجميع على نشر العلوم والفنون بعد تعلّمها ، الأمر الذى جعل الهند مطمع طلاب العلم من ناحية وطلاب المال من التجار من ناحية أخرى ، وهكذا ازدهرت العلوم و الفنون فى الهند وتحسّنت الأحوال الثقافية فى عهد المسلمين نتيجة لعناية الحكام بتعليم الشعب وتثقيفه وكثرةِ الأموال التى أنفقتها الحكومات حتى بلغت الهند مبلغا يغبط عليه، وفى هذا يقول تيلر:" ممّا لايختلف فيه اثنان أن الهند كانت مركزا علميا كبيرا يتفجر نور العلم من عقولها، وكانت الأمم الأوربية القديمة المتحضرة ترتوى من ذلك المنهل العذب وتتحلى بما فيه من علم وأدب وصناعة."(١٢)

ويكتب ألكسندر هاملتون فى مذكراته عن الرحلة الهندية فيقول : "فى عهد أورنكزيب كانت الكليات أربعمائة فى بلدة تاتا فى السند، فإذا كان هذا عدد المدارس الكبيرة فى بلدة بعيدة عن العاصمة فما عدد مدارسها الصغيرة ؟ وما عدد المدارس الكبيرة فى المدن الهامة مثل دلهى وآجره وغيرهما ؟"(١٣)

ويقول الدكتور زبيد أحمد بعد إلقاء الضوء على العصور المختلفة وشتى العائلات الحاكمة على الهند: "ومن كل ما ذكرنا سابقا عن الجهود والأنشطة الأدبية والعلمية فى عصر المغول يمكن أن نقول: إنه كان العصر الذهبى للعلم الإسلامى و تطوره."(١٤)

لقد كان عهد الحكم الإسلامى فى الهند منذ الفتح إلى نهايتها المأساوية خيرا و بركة وازدهارا للهند، وكان الهنديون المسلمون و غير هم يقطفون ثمار الحكم الإسلامى بشكل الثقافة المتطورة للجميع، والحرية الكاملة لأتباع شتى الأديان.

## الانهيار التعليمى فى الهند خلال عصر الاحتلال البريطانى

إذا كان تيلر، و ألكسندر قد تحدثا عن انتشار العلم فى عهد الحكم الإسلامى فى الهند، فإن مستر لدلو ألقى الضوء على العهدين، على عهد إسلامى مُشرِقٍ مضى وعهد إنجليزى اكتنفت فيه ظلامُ الجهل الهندَ وأحاطت بها من جميع أقطارها، وهذا خير شاهد على اهتمام المسلمين بتعليم الشعب وتثقيفه، كما يعتبر شاهدا على الموقف السلبى الذى اتخذه الإنجليز من التعليم فى الهند، إنه يقول:" فى العصور الماضية كانت المدارس الكثيرة فى كل قرية وأبناؤها كانوا يتعلمون فيها، ولكن بعدما سيطرنا عليها أغلقنا المدارس فأصبحوا جهالا." (١٥)

ولقد وجدنا هذا الاعتراف من البريطانيين بكل صراحة، فلنقرأ ما نشره الناطق باسم جمعية الاصطلاحات التعليمية بالهند سنة ١٨٥٣م حيث إنه يقول: " كانت المدارس فى كل موضع فى الهند لكنا حرمناهم من التعليم بعد أن ألغينا اللجنات القروية التى كانت تقوم به، وما أقمنا لهم بدله شيئا." (١٦)

هذا ولم تتوقف تصرفاته الوحشية إلى هذا الحد بل تجاوزت إلى أنهم اغتصبوا الأوقاف التى كان قد خصصها الحكام المسلمون من أجل نفقات التعليم ومراكز العبادة و قد عطلها الإنجليز لإيقاف المدارس التعليمية الإسلامية، وحاولوا أن يدفعوا المسلمين فى هاوية الجهل بكل

قوة، وعن هذه البادرة الإنجليزية يحدثنا الدكتور أحمد شلبى فيقول: ''إنهم استولوا على أموال الأوقاف التى كانت ينفق منها على التعليم ومراكز العبادة... وكان من نتائج الاستيلاء على أموال الأوقاف أن أغلقت المدارس الإسلامية ، فإذا أضيفَ إلى ذلك أن المسلمين رفضوا أن يلحقوا أبناءَ هم بالمدارس التى فتحها المستعمر بالهند فإنه ينتج عن ذلك حقيقة مُرَّة هى أن الجهل أصبح شاملا فى صفوف المسلمين.''(۱۷)

وهذا منهم لم يكن عن فراغ إنما كان لتحقيق أهداف معينة وتنفيذ خطط مدروسة لتغريب عقول الهنديين واستعبادهم والتى يحدثنا عنها الشيخ محمد تقى العثمانى قائلا : ''وكان أول فكرة للحكومة البريطانية أن تروج فيهم نظاما جديدا للتعليم والتربية يتمشى مع متطلباتهم و يتفق مع أهوائهم.''(۱۸)

و يحدثنا عنها الدكتور عبد المنعم النمرهو الآخر بقوله: ''إن الإنجليز لما بدأوا فى تنظيم سيطرتهم على الهند منذ أوائل القرن التاسع عشر الميلادى كانت أمامهم أهداف هى التى عملوا لها من قبل ذلك ولكنهم أخذوا يضعونها فى قوالب برَّاقة ظاهرها الرحمة وباطنها العذاب، وكان من أعمالهم ثم من خططهم المنظمة للقضاء على التعليم الوطنى الحرِّ الذى كان يقوم به الملوك السابقون والأغنياء من الشعب، وكان تعليما غير مدخول يهدف إلى تربية النفس وتقويمها وإعدادها لخدمة دينها وبلادها، وطبعا وجد الإنجليز فى هذا التعليم خطرا عليهم فقضوا عليه، ثم لم يقيموا بدله شيئا يذكر، فقد كانت خطتهم أن يعصبوا عيون الشعب حتى لايرى مهازلهم، ويحس مفاسدهم ويقوم فى وجههم كما حدث فى أمريكا، وكانوا يعلمون ذلك تماما ويعملون بما قاله أحدهم وهو سميدى : ''إنه إذا غلب شعب أو قطر على أمره فلابد أن القوة الفاتحة تفسد على المفتوحين تعليمهم وتأخذ زمامهم بأيديها طوعا أوكرها، فمما لاريب فيه أن العلم لايمكن أن يرضى بالعبودية طويلا . ولهذا وجدنا سنة ۱۷۹۳م أحد أعضاء المجلس التعليمى فى الهند يقول: ''ما فقدنا أمريكا إلا لسفاهتنا وإذننا فى قيام المدارس والكليات هنا لك ويجب ألا نعيد هذه السفاهة

فى الهند." هكذا أراد الإنجليز وهكذا فعلوا، حتى إذا ظهر خطؤهم وتذمر الشعب منهم اضطروا لأن يقوموا بشيء من التعليم ذرا للرماد فى العيون ولكن بطريقة تقضى على خلق المتعلمين وعلى الروح الدينية والوطنية فيهم، وعلى قدر ما ينتفعون بهم فى الوظائف."(١٩)

لقد اهتمت الحكومة الإنجليزية لإيجاد جيل يخدمهم فى إدارة الهندالمحتلة، أى إيجاد علم وظيفى يكون الغرض منه أداء الوظيفة فقط، وبالطبع وظائف محدودة قليلة الأهمية، ضئيلة الحصيلة التى يجب تحصيلها من العلم.

إذا كان الإنجليز يسعون جاهدين من أجل القضاء على مناهج التعليم الوطنية فإنهم بعد التخطيط الدقيق والدراسة أتوا بالمناهج التعليمية التى سوف تقضى على ديانات المحكومين الهنديين وذلك عن طريق المدارس التبشيرية والتى يحدثنا عنها الدكتور أحمد شلبى قائلا: "استبد الإنجليز بإقامة المدارس التى عنيت عناية كاملة بإبعاد الطلاب عن الإسلام، وأحيانا بجذبهم إلى المسيحية." (٢٠)

وإلى المؤامرة نفسها يشير الأستاذ واضع رشيد الندوى قائلا:" وقد قُفلت المدارس الموجودة فى البلاد وفتحت مدارس جديدة محلّها فى كلكتا و بنجاب و دهلى اُدخلت فيها العلوم العربية بتخطيط دقيق للحكام الإنجليز الذين كانوا خاضعين لتأثير المبشر ين المسيحيين ." (٢١)

وهكذا تم انهيار التعليم فى الهند وأصبحت المدارس الإنجليزية الحديثة مصايد المسيحية تحت المظلة الحكومية، ولم يكن جذب المسلمين الهنديين إلى المسيحية مقصورا على المدارس فقط بل اجتازت هذه الظاهرة أغلب المدن الهندية، وقتها كان المسلمون يمرون بأحلك فترة من حياتهم، وعن هذه المرحلة القاسية من حياة المسلمين الهنديين يحدثنا الدكتور سمير عبد الحميد قائلا: "إنها فترة تغلغلت فيها الحركات التبشيرية فى شبه القارة الهندية، لكنها مع كثرة إمكانياتها ودأبِ أنشطتها كانت محاولةً للوقوف أمام الصمود الدينى للمسلمين، فلقد حاول المبشرون ضمن نطاق مخططاتهم أن يبثوا كتبا كلها طعن سافر فى الإسلام وذلك لبلبة أفكار المسلمين، وكان مخططهم يهدف إلى شغل أربعين مليون مسلم يعيشون فى أتون الصراع

الـديـنـى فـى عليكره، وبوفال، ومراد آباد، وكانبور، وبنارس، وإله آباد، وآجرا، وكلكتا، ودهلى، وغيـرهـا حيـث كـانـت هـذه البلدان وغيرها تغلى فى صمت مطبق من تأثير هذه الكتب المناهضة لـلإسـلام، والـطـاعنة فى الرسول ﷺ فأنشأ الاستعمار تبعا لهذه السياسة منظمات طائفية عديدة وجـدت لهـا الـمـجال فسيحا رحبا للضغط على الأقلية الإسلامية ، ولقد تعرض علماء المسلمين فى شبـه الـقـارة فى ظلال الحـكم الاستعمارى إلى تحديات سافـرة لطعـن العقيدة الإسلامية ولكن دون جدوى."(٢٢)

ومـن هـنا انتهى المحققون المسلمون إلى أن الإنجليز ارتضوا بعض اللغات ذات القيمة العالية فـى نـفـوس الهـنـود ومـن بيـنهـا الـعـربية، وجـعلوا منها الوسيلة التى تصل عن طريقها ثقافة هؤلاء وأفكارهم فى قلوب الهنود مسلمين وغيرهم .

## بداية الاهتمام الإنجليزى باللغة العربية فى الهند المحتلة

على كل أقدم الإنجليز على تعليم الهنود وتثقيفهم بعد إلغاء مناهج التعليم الهندية وفرض مناهج التعليم الحديثةعليهم، والتى دبّرتها عقول المستشرقين البريطانيين، وعن بداية إقدام الإنجليز على الاهتـمـام بتعليم الهنديين يحدثنا الدكتور غلام حسين بقوله : "لـقد أوصى منتظموا شركة الشرق الهـنـدية بـإنـفـاق مـائة ألف روبية على تعليم الهنود أول مرة فى عام ١٨١٤م، إلا أنـه تـم تنفيذ هذه التـوصية بعد عشر سنوات فى عام ١٨٢٤م، فـأخـذت حكومة الشركة تمدّ يد المساعدة إلى بعض الـمـعاهد المحلية والمعاهد التبشيرية الواردة فى الهند، ومن هذا المنطلق تم افتتاح كلية دهلى فى عام ١٨٢٥م، والتـى تـم تـأسيسهـا فـى معهد قديم كان يدعى بـ"مدرسة غازى الدين فيروز جنگ" لـدراسة العلوم والألسنة الشرقية، وهكذا وجدت كل من العربية والفارسية والسنسكريتية وغيرها مـن الـلغات والعلوم الشرقية مظلة الحكومة الإنجليزية فى الهند المحتلة، وبدأت هذه اللغات والعلوم تخرج من مساجد المسلمين ومعابد الهندوس وتتبوأ مكانها فى الكليات حديثة المناهج ."(٢٣)

لقد أقامت حكومة الشركة الإنجليزية لجنة تعليمية لإعداد مناهج التعليم للهند وذلك بعد أن مضى ربع القرن التاسع عشر الميلادى، وكان اللورد ماكولى رئيسا لهذه اللجنة التى يحدثنا عنها الدكتور غلام حسين بقوله: "وفى اجتماع لهذه اللجنة انقسم أعضاؤها إلى قسمين، قسم يرى تعليم الهنود باللغات المحليّة، بينما يرى القسم الآخر تعليم الهنود بالإنجليزية، فكانت إحدى الطائفتين ترغب فى القضاء على العلوم الشرقية بينما كانت الطائفة الأخرى تؤيد نشر العلوم الشرقية وإحياء ها إلى جانب نشر العلوم الحديثة فى شبه القارة الهندية لمصلحة الإنجليز وإلا فكانت أحقاد هاتين الطائفتين على الإسلام مشتركة وجروح الحروب الصليبية مازالت تنزف وتنال منهم، ولما استوت أصوات الطائفتين جعل اللورد ماكولى صوته فى كفة تعليم الهنود بالإنجليزية، ومن هنا بدأت مناهج التعليم تقيم مبناها على أسس معوجَّة وأصبحت الإنجليزية وسيلة لتدريس العربية والفارسية والسنكريتية فضلا عن دورها فى تدريس العلوم الحديثة." (٢٤)

وهكذا قرّر الإنجليز تدريس الهنديين بالإنجليزية غير أن هذا الاتجاه لم يستمر وذلك بناء على رواية الدكتور عبد الحق عن اضطرار الإنجليز إلى التراجع عن موقفهم من اتخاذ اللغة الإنجليزية وسيلة التدريس فى المؤسسات التعليمية بالهند، وبالتالى عادت اللغات الشرقية فى المؤسسات التعليمية الهندية، ولم نستطع أن نعرف سبب تراجعهم عن هذا القرار، ولعلّها محاولة إرضاء الشعب الهندى ونوع من أنواع الخداع والمهادنة حتى يكسّروا حدّة العداء ضدهم، و لا يتصوّر الهندى أنّ الإنجليزية أصبحت كلّ شيئ ويكرهها، وعن هذا التغيير يحدثنا الدكتور عبد الحق بقوله:"كان العام ١٨٣٥م عام التغيير الجذرى فى تاريخ التعليم بالهند، وخلاصة ما انتهجه التعليم من أسلوب هو اعتبار اللغات الشرقية لغة التدريس فى أغلب المدارس الهندية -الحكومية والأهلية - فبدأت دراسة اللغات والعلوم الشرقية فيها مرة أخرى، إضافة إلى إقدام الحكومة الإنجليزية على إعطاء أغلب طلاب المدارس الحكومية والأهلية المنح الدراسية . وكان إقدام الحكومة على الدعم المالى الكبير لترجمة الكتب الإنجليزية إلى اللغتين العربية

والسنكريتية خطوة أخرى إلى زيادة نفوذ اللغات الشرقية، ومن المثير للدهشة أن الإنجليز اهتموا باللغة العربية ضمن اللغات الشرقية فقد خصّصوا اثنين وثلاثين ألف من الروبيات لترجمة كتاب إنجليزى بهاتين اللغتين، وكانوا فى بعض الأحيان إذا وجدوا صعوبة فى فهم الترجمة طلبوا إلى المترجم القيام بشرح الترجمة نظير مقابل مادى كما كانوا ينفقون أموالا طائلة على طبع الكتب المترجمة. " (٢٥)

ومن الممكن أن يكون اهتمام الإنجليز بترجمة الكتب الإنجليزية إلى العربية والسنسكريتية لكى تقترب العقول المحكومة إلى الحكام الجائرين وتنال الثقافة الغربية بعض المكانة فى قلوب أهل الأرض المحتلة وعقولهم كما دخلها عسكرهم . وهكذا قام الإنجليز بشنّ هجوم ثقافى على أهل شبه القارة الهندية بعدما شنُّوا عليهم هجوما عسكريا، وكانت مناهج التعليم الإنجليزية تستهدف إلى تمجيد حضارة الإنجليز ومبادئ المسيحية، كما كانت تستخف بحضارة الشرق بوجه عام وأمجادِ شبه القارة الهندية والمسلمين بصفة خاصة، وإنهم حاولوا أن يبهروا عقول الهنديين بأساطير التقدم التكنولوجى فى الغرب لتستسلم لهم العقول الهندية بكل خضوع وطاعة، إلا أنّ الأطماع فى تمديد السيطرة على الهندكانت متمثلة تماما فى مناهج التعليم التى خططوها لتثقيف أهل الهند بثقافتهم وإبعاد الهنديين عن إنجازات أسلافهم، هذا وقد توجه الإنجليز إلى تغريب عقول الهنديين باتخاذ اللغة الإنجليزية لغة للتدريس، وإن كان بعضهم لايرون هذا الاعتداء فى صالح الإنجليز، على كلٍ فإنهم بدأوا يعملون فى تنفيذ مناهج التعليم الحديثة التى جاؤا بها حتى تقترب العقول الهندية بالثقافة الغربية بالابتعاد عن الحضارة الشرقية، وفى هذا يقول الدكتور غلام حسين: "يتصف العام ١٨٥٤م بأهمية كبيرة فى التاريخ التعليمى لشبه القارة الهندية، حيث إن الحكومة الإنجليزية أنشأت هيئة تعليمية بكل ولاية هندية، وقرّرت تمويل المؤسسات التعليمية التى لم تكن تابعة للحكومة، كما تقرر قيام جامعة بمدينة كلكته، ومدراس، وبومبائى، وتمّ تنفيذ هذا القرار فى عام ١٨٥٧م ."(٢٦)

هـكـذا تـم تـدمـيـر الـتـعـليم الوطنى الهندى كما اعيد بناء التعليم الحديث على الأسس الغربية وأنـقـاض الـتـعـليم الهندى الوطنى، يقول الشيخ ابوا لحسن على الندوى:" كان المبشر المسيحى ورن هيستيـنـغـر قـد انشأ مدرسة فى كلكتا عام ١٧٨١م وكـان الـتـركـيـز فيها على إعداد جيل من المسلمين يخدمون فى دور الحكومة ." (٢٧)

## قيام الحكومة الإنجليزية بإنشاء الكليات لنشر اللغات الشرقية

لـقد قام الإنجليز بإنشاء الكليات تنفيذا لأفكارهم المتمثلة فى مناهج التعليم الحديثة، وإنّهم خلال إنشـاء هذه المؤسسات التعليمية أنشأوا بعض الكليات لنشر اللغات الشرقية والعلوم الحديثة، وكانت الـعـربية من بين تلك اللغات، وإن أول كلية أسهمت فى نشر اللغات والعلوم الشرقية على حد علمى هى:"كلية فورت ويليام" والتـى يـحدثنا عن نشأتها والدوافع إلى إنشائها الأستاذ الدكتور وقار العظيم بـقـولـه: "نشأت كلية فورت ويليام تلبية لبعض المصالح الحكومية، وتفصيل ذلك أنّه لمّا جاء اللورد ولـزلى ليتولى منصب الحاكم العام بالهند رأى أن الموظفين الإنجليز الذين يتولون مهام إدارية فى عدة أقسـام إدارية لايتـمـكـنـون من إنجاز أعمالهم إلا بعد تربيتهم بالأساليب المدروسة وإعلامهم بالطبائع الهـنـدية، لـذا اقتـرح الـلـورد ولزلى قيام كلية تتولى تدريس بعض اللغات المحلية إلى جانب تدريس الـلـغـات الأوروبية وشتّـى الـعـلوم الغربية، وكان هذا المشروع يشمل اللغة العربية وغيرها من بعض الـلـغـات التـى كـانـت مـعروفة فى الهند، كما كان يشـمل العديد من العلوم، ولكنّ حكومة الشركة لم تـوافـق على المشروع ككلّ بل وافقت جزئيا إذ أنّها أذنت هذه الكلية بتدريس اللغات المحلية فانتهز الـحاكم العام بالهند اللورد ولزلى هذا القدر من موافقة الحكومة فأقدم على إنشاء الكليّة فى الثامن من شهـر مـايو من نهاية القرن الثامن عشر الميلادى، وسمّاها بـ "كلية فورت ويليام "وأخذت هذه الكلية تـمـهّـد لـلموظفين الأجانب الطّرق المؤدّية إلى فهم الطّبع الهندى حتى يتحسّن تعامل الحكام الإنجليز مع محكوميهم الهنديين، وبالتالى تزداد قوة سيطرتهم يوما فيوما."(٢٨)

أما الكلية الثانية على حد علمى التى قامت بإرساء دعائم اللغات الشرقية فى الهند فهى "كلية دلهى الشرقية والتى يحدثنا عنها الدكتور عبد الحق قائلا : "لقد تمّ تأسيسها بشكلها الحديث فى عام ١٨٢٥م بهدف تدريس العلوم واللغات الشرقية ومن بينها العربية، وذلك بعد تأسيسها بما يقارب ثلاثة وثلاثين سنة ...وحظيت هذه الكلية بالقبول والنجاح لكون اللغة الأردية وسيلة لتدريس العربية والفارسية والسنسكريتية إلى جانب تدريس بعض العلوم ضمن المقررات."(٢٩)

أما الكلية الثالثة التى ساهمت فى نشر اللغة العربية ضمن اللغات الشرقية على حد علمى فهى كلية لاهور الحكومية، والتى تمّ افتتاحها فى شهر يناير من عام ١٨٦٤م، وعيّن الدكتور ويليام لايتنر أوّل عميد لها فى شهر نوفمبر من السّنة نفسها، والذى كان قد قام بدور فعّال فى تعليم اللغة العربية وآدابها بوصفهٖ مدرس اللغة العربية وآدابها كما أنه كان مدرس العلوم الإسلامية فى مدرسة العلوم الإسلامية بمدينة قسطنطينية، ثم تحوّل إلى مدينة لندن حيث التحق بالكلية الملكية وذلك فى عام ١٨٥٨م، واستمر فى دراساته العليا وبحوثه القيّمة حتى نال منصب الأستاذية فى اللغة العربية وآدابها بالكلية الملكية نفسها، وانتخب كذلك عضوا بالجمعية الآسيوية الملكية فى السنة نفسها، وفى سنة ١٨٦٢م نال شهادة الماجستير ثمّ الدكتوراة من جامعة فرى بورج (ولم نستطع الاطلاع على العام الذى نال فيه الدكتور ويليام لايتنر درجة الدكتوراة واعتقد أنّه نال هذه الدرجة قبل عام ١٨٦٤م حيث نصب عميدا لكلية لاهور الحكومية لأنّه كان حائزا على الدكتوراة وقتذاك حسب الوثائق التاريخية) وإنّه قبل توليته منصب العميد بكلية لاهور كان أستاذ اللغة العربية وآدابها بالكلية الملكية بلندن، كما أنه كان أستاذ القانون الإسلامى أيضا بالكلية نفسها."(٣٠)

إذا كنا تحدثنا عن ثلاث كليات حكومية لعبت دورها فى نشر اللغة العربية وآدابها فى شبه القارة الهندية فإن أمامنا خضمّا هائلا من الثقافة العربية التى تمثلت فيما بعد فى جامعة بنجاب بمدينة لاهور والتى كانت نتيجة لخطوات اتخذها الدكتور وليام لايتنر من أجل نشر اللغات الشرقية ومن بينها اللغة العربية، يحدثنا الأستاذ الدكتور ظهور أحمد أظهر عن دور الدكتور ويليام

لايتنر في إنشاء جامعة بنجاب فيقول: "ومن الخطوات الجريئة التى اتخذها الرجل من أجل النهوض بالتعليم ورفع مستواه على أوسع نطاق ممكن فى إقليم بنجاب خاصة وفى شمال الهند عامة هو إنشاء جمعية بنجاب ... وكان من أهم أهداف هذه الجمعية إنشاء جامعة فى مدينة لاهور والتى بإمكانها أن تلبّى حاجات المواطنين التعليمية والثقافية بالإضافة إلى عدّة أهداف أخرى، وفى عام ١٨٦٩م والعام الذى يليه حقّقت حركة الدكتور لايتنر التعليمية أول نجاح باهر وأتت بثمرة مفيدة وذلك أن جمعية بنجاب وفّقت فى إنشاء كليتين فى الوقت نفسه، إحداهما الكلية الشرقية وكان عميدها المؤسس هو الدكتور لايتنر نفسه، والكلية الثانية هى كلية بنجاب الجامعية، وأصبح الدكتور ويليام لايتنر المسجل المؤسس أيضا لهذه الكلية التى تحولت فيما بعد إلى جامعة بنجاب، واستمر هذا المستشرق فى محاولاته الجدّية من أجل تطوير الكلية ورفعها إلى المستوى الذى يليق بها حتى تمكّن من الوصول إلى اللورد ليتون نائب الملك البريطانى فى الهند فأخذ منه الموافقة الرسمية فى سنة ١٨٧٦م على رفع الكلية إلى درجة الجامعة المستقلة وأقرّ بذلك المجلس الملكى الذى عقد اجتماعه فى ١٨٧٧م، ثم تحقق حلم الدكتور ويليام لايتنر فى ١٨٨٢م حين صدر المرسوم الرسمى بإنشاء جامعة بنجاب بلاهور فخرجت إلى حيّز الوجود رسمياً.(٣١)

وهكذا قامت الحكومة الإنجليزية بانشاء الكليات المذكورة بعاليه وطبع بعض المخطوطات العربية النادرة بتحقيق المستشرقين البريطانيين وغيرهم، ومن هنا ظن بعض المثقفين الهنديين أن فضل إحياء التراث العربى فى الهند يعود إلى الإنجليز إلا أن هذا الظن لم يكن مبنيا على الصواب، لقد بيں الدكتور أحمد خان هذه الحقيقة قائلا:" إن بعض العلماء حتى اليوم يتصور أن المستشرقين هنا(أى فى الهند) هم الذين كانوا روادا فى حقل إحياء التراث وإخراج النصوص فى اللغة والتاريخ وغيرهما من العلوم، لكننى أقول دون أى تردد أن العلماء الهنديين هم الرواد فى ميدان التحقيق واحياء التراث، وأما الأعمال التى نشرت بالهند من جانب المستشرقين فى نهاية القرن الثامن

عشر وفى القرن التاسع عشر الميلاديـيَن، فإنها تعدُّ فذة من أفذاذ الأعمال، وعليها نعدّهم روادا فى هـذا الـحقل، نرى وراء ها أيادى علماء الهند وهممهم، لم يقم أحد من المستشرقين هنا أن يخرِّج كتابا عـربيا مـحـقـقـا دون مساعدة عالم من علماء الهند، لكننى أقول للأسف إنه على الرغم من خدماتهم الجليلة ومساعداتهم الوافرة لايعرفهم إلا قليل فى شبه القارة فضلا عن خارجها. " (٣٢)

ومن هنا قام الإنجليز بنشر اللغة العربية ليس حبًّا لها وإنما تلبية لمصالحهم، وتنفيذا لأهدافهم، ولـكـنهـم أفـادوا الـلـغة الـعـربية فـى شبـه الـقـارة الهندية بعض الإفادة بعد تدميرها تماما وإحلال الإنـجـلـيـزية مـحـلّهـا و ذلـك بـانشـاء الـمـدارس و الكليات لتعليم اللغات الشرقية، ولقد توصل البـاحـث إلـى ثـلاث كـليات معنية بالعربية وهى كلية فورت ويليام، وكلية دهلى الشرقية، وكلية لاهور الحكومية.

وهكذا وصل كاتب هذه الورقة البحثية إلى النتائج التالية:

(١) لـقـد كانت الهند مرتبطة بالعرب واللغة العربية منذ قديم الزمان، أى قبل طلوع شمس الإسلام فى الجزيرة العربية، كانت هذه العلاقة تجارية فى بداية الأمر ولكنها أصبحت ثقافية فيما بعد.

(٢) تـنورت أرض الهند بنور الإسلام على يد التجار العرب مرة وعلى يد محمد بن القاسم وجيشه مـرة أخرى، وفى أواخر الـقـرن الرابع الـهجرى دخـلـت أرضُ الـهند فى عـهـدها الجـديد بمـجىء الـفـاتـحين الغزنويين إليها، وبالتالى تحولت الهند إلى دولة إسلامية تسير إلى التقدم بشكل الثقافة الـمتـطـورة للجمـيع، والرخـاء، والازدهار فى رعايـة الحكام المسلمين المتصفين برحابة الصدر، والتسامح، والمساواة.

(٣) حـل الاسـقـرار السيـاسـى والاقتـصـادى بـالـعهد الإسلامى العادل فى الهند فتحسنت الحالة الثـقـافية والاقتـصادية للهنديين، وكان للحكام المسلمين اهتمام ملموس بتثقيف الشعب كله عبر الـعـصـور الـمـنـصـرمة فـى تـاريخ الهند الإسلامية، الأمر الذى اعترف به رجال الإنجليز مثل تيلر وألكسندر.

(٤) قـام الإنجليز بدراسة الأوضاع السياسية الهندية ومؤامرات كثيرة، وكانوا قد ساروا إلى وضع

الأسس للسيطرة على الهند بمساعدة بعض الأمارات الهندية ضد أمارات هندية أخرى، وبالأسف الشديد لقد احتلوا الهند الإسلامية بالعقول (أى المؤامرات) البريطانية والرجال الهنديين البلهاء، فتمكن الإنجليز من السيطرة التامة على الهند عام ١٨٥٧م، عندئذ قاموا باراقة الدماء، وإجلاء العلماء إلى جزائر إنديمان، ونهب الأموال بشكل فظيع، كما أغلقوا المدارس الهندية وجاؤا بالنظم التعليمية الإنجليزية الحديثة مقابل النظم التعليمية الهندية.

(٥) وقامت الحكومة الإنجليزية بعد إفساد الأمور السياسية والاقتصادية والثقافية بتخطيط دقيق من أجل إحكام السيطرة على الهند المحتلة وذالک بإزالة الحاجز الناشيء بين الحكومة الإنجليزية فى الهند والمحكومين الهنديين المهزومين باسم تعليم اللغات الشرقية والنهوض بها، الأمر الذى كان فى حقيقة الأمر وسيلة إلى تغريب العقول الهندية وتقريبها إلى الحكام البريطانيين ولكن أنى للظلم اسقرار؟

(٦) وهكذا قام الإنجليز بنشر اللغة العربية مرة أخرى بعد إغلاق الأبواب أمامها، وكان هذا الاهتمام باللغة العربية ليس حبا لها إنما كان تلبية لمصالح الحكومة الإنجليزية الظالمة، وتنفيذا لأهدافها، وكانت هذه المبادرة قد أفادت اللغة العربية بعد قيام الحكومة الإنجليزية بتدميرها وإحلال اللغة الإنجليزية محلها، وقد عادت الحياة إلى اللغة العربية بمشيئة الله تعالى وحكمته، وقد أقاموا مدرسة وثلاث كليات لتعليم اللغات الشرقية وهى: كلية فورت ويليام، وكلية دهلى الشرقية، وكلية لاهور الحكومية والتى تحولت فيما بعد إلى جامعة بنجاب، وهكذا غلبت المشيئة الإلهية على كيد البريطانيين، والله غالب على أمره ولكن أكثر الناس لايعلمون.

## ﴿الهوامش والحواشى﴾

(١) مظهر معين، الدكتور،(١٤٢٩هـ). حاضر اللغة العربية ، ط: قسم اللغة العربية وآدابها،لاهور، جامعه بنجاب، ص:٣٨٦

(٢) الندوى، الشيخ ابوالحسن على الحسنى،( ١٤١٨هـ). نظرات فى الأدب، عمان، دار البشير، ص: ٧٠

(٣) المصرى، الدكتور محمود محمد عبد الله، اللغة العربية فى باكستان، ( ١٩٨٤م). اسلام

آباد، من منشورات وزارة التعليم الفيدرالية، ص:٦٨

(٤) ساداتى،أحمد محمود، (دون سنة الطبع). تاريخ المسلمين فى شبه القارة الهندية وحضارتهم، مكتبة الآداب ومطبعتهم، بالجماميز ، ج:١،ص:٤٧

(٥) المصدر السابق، ج:١،ص:٤٩ (٦) المصدر السابق، ج:١،ص:٥١

(٧) الندوى ، محمد واضع رشيد الحسنى، (١٤٢٧هـ). حركة التعليم الإسلامى فى الهند، لكناؤ، المجمع الإسلامى العلمى، ص: ٨٥ (٨)سورة النمل :٣٤

(٩)الندوى، شيخ ابو الحسن على الحسنى، (١٩١٠م). المسلمون فى الهند، دمشق،دار ابن كثير، ص:١٨٢

(١٠) رضية نور محمد،الدكتورة، (١٩٨٥م). اُردوزبان وادب میں مستشرقین کی علمی خدمات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ از ١٤٩٨ء تا ١٩٤٧ء (الاستعراض التحقيقى والنقدى لإسهامات المستشرقين فى تطور اللغة الأردية وآدابها من العام ١٤٩٨م إلى ١٩٤٧م) لاهور،لائن آرٹ پريس، ص:٢٥٩

(١١) المرجع السابق، ص: ١٤٧ (بتصرف)

(١٢) عبد المنعم النمر، الدكتور، (١٩٨١م). تاريخ الإسلام فى الهند ، بيروت، المؤسسة الجامعية للدراسات النشر والتوزيع، ص: ٤٨٠

(١٣) المرجع السابق ، ص: ٤٧٩ (١٤) المرجع السابق ، ص: ٤٨٠

(١٥) المرجع السابق ، ص: ٤٨٠ (١٦) المرجع السابق ، ص: ٤٨٠

(١٧) أحمد شلبى، الدكتور، (١٩٨٣م).موسوعة التاريخ الإسلامى، قاهرة، مكتبة النهضة المصرية، ج:٧، ص:٣٢٣،٣٢٤

(١٨) العثمانى، الشيخ محمد تقى،(١٣٩٩هـ). نظرة عابرة حول التعليم فى باكستان، (ط:كراتشى) ص:١٩

(١٩) عبد المنعم النمر، الدكتور، تاريخ الإسلام فى الهند ، ص: ٥٠٣، ٥٠٤

(٢٠) أحمد شلبى، دكتور، موسوعة التاريخ الإسلامى، ج: ٧، ص:٣٢٣

(٢١) الندوى ، محمد واضع رشيد الحسنى، حركة التعليم الإسلامى فى الهند، ص: ٨٥

(۲۲) عبـد الحميد ،الدكتور ،( ۱۳۹٦هـ ).إقبـال وديوان ارمغان حجاز،لاهور، المكتبة العلمية ، لاهور،ص: ٤،٥

(۲۳) غـلام حسين ، الدكتور، ( ۱۹۱۲م). *تاریخ اورینٹل کالج* (تـاريـخ الـكـلية الشرقية) لاهور، مطبوعه جديد اردو نائب بريس لاهور، ص: ۱ (۲٤) المرجع السابق، ص:۲۰۱

(۲٥) راجع :عبد الحق ، الدكتور،(۱۹۸۹م)*مرحوم دہلی کالج* (كلية دهلی المرحومة)دهلی، أنجمن ترقی اردو،ص:۲٤،۲٥ (۲٦) غلام حسين، الدكتور، *تاریخ اورینٹل کالج*، ص:۳

(۲۷) الندوی، الشيخ ابو الحسن علی الحسنی، المسلمون فی الهند، ص: ۸۷

(۲۸) وقـار العظيم،الدكتور، *فورٹ ولیم کالج* (كـلية فورت ويليام) ( ۱۹۹٥م). لاهور، *الوقار پبلی کیشنز*، ص:۱۹ (۲۹) عبد الحق، الدكتور، *مرحوم دہلی کالج*، ص:۱۲-۲٥

(۳۰) ويـليـام لائتـنـر، الـدكـتـور،(دون سـنة الـطبع). مقدمة النحو العربی الفلسفی، لاهور، المجمع العربی الباكستانی، ص:۱۸، وانظر :غلام حسين،دكتور، *تاریخ اورینٹل کالج*، ص:۳،٤

(۳۱) ويليام لائتنر، الدكتور، مقدمة النحو العربی الفلسفی، ص: ۱۹،۲۰(مقدمة)

(۳۲) أحمد خان الدكتور، ( ۱٤۲۱هـ/ ۲۰۰۰م). مـعجم المطبوعات العربية فی شبه القارة الهندية البـاكستـانية منذ دخول المطبعة اليها حتى عام ( ۱۹۸۰م)، الـرياض، مكتبة الملک فهد الوطنية، ص:۸

# ﴿المصادر العربية و الأجنبية﴾

(۱) أحمد خان الدكتور، ( ۲۰۰۰م). مـعجم المطبوعات العربية فی شبه القارة الهندية الباكستانية منذ دخول المطبعة اليها حتى عام (۱۹۸۰م). الرياض، مكتبة الملک فهد الوطنية

(۲) أحمد شلبی، الدكتور،( ۱۹۸۳م). موسوعة التاريخ الإسلامی، القاهرة ، مكتبة النهضة المصرية

(۳) أحمد معوض، الدكتور، العلامة محمد إقبال،(۱۹۸۰م). القاهرة، الهيئة المصرية العامة للكتاب

(٤) رضية نـور مـحمد، الدكـتـورة،( ۱۹۸٥م). *اردوزبان وادب میں مستشرقین کی علمی خدمات کاتحقیقی وتنقیدی جائزہ از*۱٤۹۸ء*تا*۱۹٤۷ء ( الاستـعـراض التـحـقيـقـی والنقدی لإسهامات المستشرقين فی تطور

اللغة الأردية وآدابها من العام ١٤٩٨م إلى ١٩٤٧م ) لاهور، لائن آرٹ پريس

(٥) زبيد أحمد ، الدكتور،(دون سنة الطبع). الآداب العربية فى شبه القارة الهندية، ترجمه إلى اللغة العربية و علق عليه الدكتور عبد المقصود محمد شلقامى، القاهرة، نهضة مصر

(٦) عبد الحق ، الدكتور،( ١٩٨٩م). مرحوم دهلى كالج (كلية دهلى المرحومة) ، دهلى،أنجمن ترقى اردو

(٧)عبد الحميد ،الدكتور ،( ١٣٩٦هـ).إقبال وديوان ارمغان حجاز ، لاهور،المكتبة العلمية

(٨) عبد المنعم النمر، الدكتور، ( ١٩٨١م). تاريخ الإسلام فى الهند ، بيروت، المؤسسة الجامعية للدراسات و النشر والتوزيع

(٩) العثمانى، الشيخ محمد تقى،( ١٣٩٩هـ). نظرة عابرة حول التعليم فى باكستان، طبعة كراتشى.

(١٠) غلام حسين،الدكتور ،(١٩١٢ م). تاريخ أورينٹل كالج (تاريخ الكلية الشرقية) لاهور،جديد اردو نائب بريس

(١١) الدكتور فورٹ وليم كالج (كلية فورت ويليام) للدكتور وقار العظيم،( ١٩٩٥م). لاهور،الوقار يبلى كيشنز

(١٢) محى الدين القادرى، الشريف، *گارسان دتاسی اوراس کے ہم عصر بہی خواہان اُردو* (١٩٦١م). (غارسان ديتاسى والمعاصرون له من المتعاطفين مع الأردية) حيدر آباد دكن، *سب رس کتاب گھر*

(١٣) ويليام لائتنر، الدكتور،(دون سنة الطبع). مقدمة النحو العربى الفلسفى، لاهور،المجمع العربى الباكستانى

(١٤) الندوى، الشيخ ابو الحسن على الحسنى، (١٤١٠هـ). المسلمون فى الهند،دمشق، دار ابن كثير

(١٥) الندوى، الشيخ ابوالحسن على الحسنى، (١٤١٨ه). نظرات فى الأدب، عمان، دار البشير

(١٦) الندوى، الشيخ محمد واضع رشيد الحسنى، (١٤٢٧هـ). حركة التعليم الإسلامى فى الهند، لكناؤ، المجمع الإسلامى العلمى